ہمدرد

دنیا کے مزدورو۔ ایک ہو جاؤ

مئی سنہ ۱۹۶۸ء مدیر:۔ سبط اختر قیمت ۲۵ پیسے

قائم شدہ ۱۹۴۱

حبیب بینک لمیٹڈ

منظور شدہ سرمایہ	۱۲ کروڑ روپے
جاری کردہ و جمع شدہ سرمایہ	۶ کروڑ روپے
ادا شدہ سرمایہ	۶ کروڑ روپے
محفوظ سرمایہ	۴ کروڑ روپے
۳۱ دسمبر ۱۹۶۷ء کو جمع شدہ رقومات	۳۰۱٫۸۵ کروڑ روپے

شاخوں کی تعداد - ۵۴۰

منشور

حیات و کائنات کا ترجمان

مئی سنہ ۱۹۶۸ء

جلد ۵
شمارہ ۵

مدیر:-
سبط اختر

قیمت فی کاپی
(مغربی پاکستان میں)
۲۵ پیسے

سالانہ:- تین روپے
(مشرقی پاکستان میں)
فی کاپی ۳۵ پیسے
سالانہ:- چار روپے
(ہوائی جہاز سے)

ناشر:-
سبط اختر

طابع:-
منشور پریس کراچی

پتہ:-
ایروینز ایمپلائز یونین پی آئی اے
برانچ کراچی ایئرپورٹ

فون: ۴۹۱۶۹ - ۴۱۹/۴۲۰۱۱

اداریے

سلام ارض شکاگو کے نیک فرزندو ——— ۵
اے وطن ——— ذکی عباس ——— ۷
صحرا بہ صحرا کو بہ کو ——— افتخار جلیل ——— ۸
تراشے ——— ۱۰
نوک نشتر ——— سبط اختر ——— ۱۱

مضامین

یوم مئی تجدید عہد کا دن قیس سلیمی ۱۵
جنوب اور جنوب مشرقی ایشیا انقلابی موڑ پر
——— کرملی ۱۷
سوئیکارنو - انڈونیشیا کا معمار اعظم
——— محمد ظفیر ندوی ۲۹
مقتل مقتل خون دیا ہے ——— نعیم آروی ۳۲

افسانے

جب ظلم بڑھتا ہے ——— رفیق چوہدری ۱۳
روشنی کی کرنیں ——— الطاف احمد ۲۱

نظمیں غزلیں

——— سعید گیلانی ——— ۱۲
——— قیس سلیمی ——— ۲۲
——— سبطین نقوی ——— ۳۹
——— احمد ضیاء ——— ۳۴

جشن سالگرہ بزم منشور

——— خالد حمیدی ——— ۲۳

خبرنامے

——— مزدور یونینوں کی خبریں ۳۵
——— رکنیت سازی بزم منشور ۴۲

Do not miss the favourite

MUSIC FOR ALL

a programme of popular Western music of your choice from the Commercial Service of Radio Pakistan Karachi

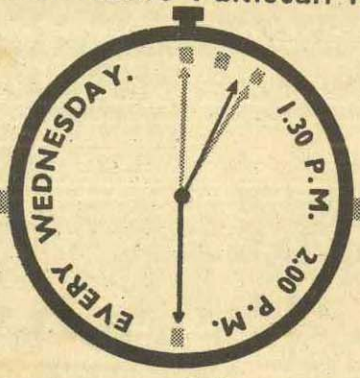

presented for your delight

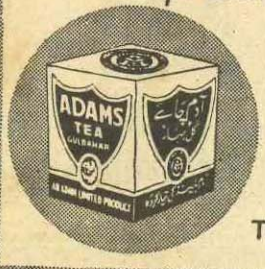

By **ADAMS TEA**

TEA AS TEA SHOULD BE

ایک بار استعمال کیجئے پھر
ہمیشہ یہی چائے طلب
کریں گے

پی آئی اے کوا پریٹیو اسٹورز پر بھی دستیاب ہے

THE HOUSE OF QUALITY
PRESENTS

the finest

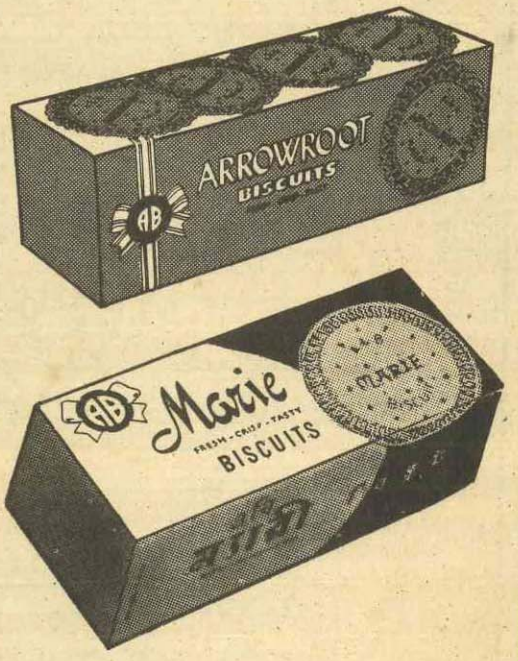

FRESH • CRISP • TASTY

Manufactured by :-
A & B FOOD INDUSTRIES LTD.,
KARACHI

NATIONAL 658 E

سلام ارضِ شکاگو کے نیک فرزندو!

آج یکم مئی ہے

دنیا بھر کے مزدوروں کا یوم مطالبات، یوم حقوق، یوم مئی!

یکم مئی ۱۸۸۶ء سے پہلے محنت کشوں کا اپنا کوئی خصوصی پرچم اور اپنا کوئی علامتی رنگ نہیں تھا مگر اس دن سے چشم فلک ایک عجب اور بڑا نرالا منظر دیکھنے پر مجبور ہے۔ منافع خوروں کے ظلم و تشدد سے تنگ آکر شکاگو کے جو مزدور جلوس کی شکل میں صدائے احتجاج بلند کرنے اور حصول مطالبات کے لئے میدان عمل میں آئے تھے انہیں گولیوں کا نشانہ بنا دیا گیا اور ان کے رہنماؤں کو تختۂ دار پر چڑھا دیا گیا۔ منصوبہ یہ تھا کہ اس طرح یہ ظلم کے مارے سہم جائیں گے، بکھر جائیں گے، سو جائیں گے لیکن اس مرتبہ ہڑتالیوں نے اپنے شہیدوں کے خون میں تر لباس کو اپنا پرچم بنا ڈالا۔ اس بار تو مظاہرین نے خون ناحق کا قصاص لینے کے لئے سُرخ رنگ کو ہی اپنا رنگ قرار دے ڈالا ——— وہ دن ہے اور آج کا دن ——— کہ سُرخ پرچم کو بلند کر کے اس کے جلو میں پیش قدمی کرنے والوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آدھی سے زیادہ آبادی اس پرچم اور اس رنگ کو اپنا چکی ہے۔ حالانکہ اس پرچم کو پیروں تلے روندنے بلکہ صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے بدترین مظالم ڈھائے گئے ہیں مگر ایک طرف تماشا ہے کہ جہاں بھی شب ظلم کی تاریکیاں قدم جماتی ہیں، وہیں پر اس پرچم کو سُرخی بخشنے والوں کی یاد کے دیپک جلائے جاتے ہیں، وہیں پر آتش و خون کے نظام سے مقابلہ کرنے کیلئے خون میں ڈبو کر مزید نئے پرچم اٹھائے جاتے ہیں۔ اے عظمت آدم کے شہیدو، اے ارض شکاگو کے نیک فرزندو، تم پر سلام ہو کہ تم نے سدا کے مجبور و لاچار اور بے بس و بیکس انسانی گروہ کو ایک نیا طبقاتی شعور بخشا، ایک نیا تنظیمی درس دیا۔ ایک مقدس جوش انتقام عطا کیا، ایک لازوال حوصلے سے روشناس کیا تاکہ ازل کے یہ مظلوم اپنے سُرخ پرچم تلے منزلوں پر منزلیں مارتے ہوئے ایک لاطبقاتی معاشرے کی منزل آخر پر پہنچ کر انسانیت کے قدیم اور سنہرے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کر سکیں۔

۱۸۸۶ء میں مزدوروں کا خون چوسنے والے شکاگو کے منافع خور اب صرف اپنے ہی شہر میں حق دشمنی پر نہیں اڑے ہوئے بلکہ منافع خوروں کا یہ گروہ اب اپنے شہر، اپنے ملک، اپنے براعظم سے باہر باطل پرستوں کا سرغنہ بنا ہوا ہے۔ اس نے اب عالمی سامراجیت کا روپ دھار لیا ہے۔

اس نے ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے عوام کو اپنے خونیں پنجوں میں جکڑ رکھا ہے، روایتی کہانیوں کا مشہور کردار ضحاک تو اپنے شانوں پر موجود ان دو سانپوں کی وجہ سے فریدون کے مثالی انتقام کا نشانہ بنا تھا جو روزانہ دو انسانوں کا خون پینے کے عادی تھے اور خود فریدون کے باپ کا خون پی چکے تھے مگر دور حاضر کے حقیقی سامراجی ضحاک تو بذات خود لاتعداد انسانوں کا خون پیتے ہیں معیشت، سیاست اور ثقافت کے بڑے بڑے پیالوں میں پیئے جانے والے انسانی خون کا ایک ایک قطرہ آج نہیں تو کل رنگ لا کر رہے گا۔ درفش کاویانی کی طرح مزدوروں کا سرخ پرچم تمام مصیبت کے ماروں اور ظلم تلے پسنے والوں کو ایک مرکز اتحاد پر کر کے نہ صرف جاگیرداری، سرمایہ داری اور سامراجیت کے اژدھوں کو تہہ تیغ کرنے کے لئے حالات سازگار کریگا بلکہ سامراجی ممالک کے ضحاکوں

کا تختہ الٹنے کے لئے پرچم بغاوت کی جگہ لے لے گا۔ پچھلی نصف صدی کی تاریخ اس حقیقت کو مان چکی ہے اور آنے والی نصف صدی کی تاریخ اس صداقت عظیم پر اپنی مہر تصدیق ثبت کرے گی!

مگر، ایک بات سوچنے کی ہے، ایک نکتہ سمجھنے کا ہے۔ اور وہ یہ کہ بھیڑیا جب اپنی خونخواری کی وجہ سے بدنام ہو جاتا ہے تو پھر وہ بھیڑ کے روپ شکار کھیلنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ اس دنیا کے اخلاق باختہ شاطروں اور اصول فروشوں دلالوں کا پرانا وطیرہ ہے۔ آج کل اس چال کو اٹھائی گیروں کے تمام حلقوں میں مقبولیت حاصل ہو گئی ہے۔ محنت کشوں کا سُرخ پرچم اب نہ صرف محنت کشوں کے اپنے جلسے جلوسوں میں لہرایا جاتا ہے بلکہ سامراجیوں اور ترمیم پسندوں کے حواری بھی اسی سُرخ پرچم کا سہارا لیکر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے چمچے بھی اسی سُرخ پرچم کی بدولت اپنا کاروبار چلاتے ہیں۔ لہٰذا تخصیص اور تمیز لازمی ہے۔ فرق و امتیاز ضروری ہے۔ منافقت اور دوغلے پن سے زیادہ زہریلے ہتھیار اب تک نہ تو بنے ہیں اور نہ کبھی بن سکیں گے۔ لہٰذا ان ہتھیاروں کو بے اثر اور ناکارہ بنانے کے لئے یہ احتیاط کرنی یقینی ہو جاتی ہے کہ سُرخ پرچم کے ہر نام لیوا کو عمل کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ نعرۂ حق بلند کرنے والا ہر فرد منصور نہیں ہوا کرتا۔ منصور کی پرکھ کرنے کے لئے دار و رسن کی آزمائش شرط ہے۔ دودھ کے مجنوں اور خون کے مجنوں میں فرق تھا، ہے اور رہے گا۔ سُرخ پرچم کی حمایت کرنے کے لئے سُرخ پرچم بلند کرنا تو طریق کوہکن ہے مگر سُرخ پرچم کی مخالفت کرنے کے لئے سرخ پرچم بلند کرنا شیوۂ النطونی ہے، روش میر جعفر و صادق ہے ولسن کی خو ہے اور خرشچیوف کی تقلید ہے ——— ، پیتل اور سونے، سراب اور پانی، نقل اور اصل کی پہچان صرف و صرف عمل ہے۔ مطالعہ اور مشاہدہ میں جھوٹ اور کپٹ کے زہریلے تیروں کا نشانہ بن جانے کا سو فی صدی امکان ہے لیکن تجربہ ہی وہ پارس پتھر ہے جس پر گھسنے پر کھوٹ کا پتہ چل جائے گا۔

GLOBE TRAVELS

*Quality * Dependability * Service*

More than 70% Pakistanis Who Travel Abroad

Consult us

Globe Travel Service (Pak.) Limited

(I.A.T.A. Approved Travel Agents & Tour Operators)

Finlay House, McLeod Road, Karachi-2

Phones : 228501 (3 Lines)
Direct Lines : 221303, 230131, 221149, 220438, 220439, 235014, 221243, 229927.

Branches :

New York–London–Lahore–Mangla–Rawalpindi–Islamabad–Peshawar–Dacca Khulna–Sylhet.

ذکی عباسی

ماہ اپریل میں روس کے وزیر اعظم الیکسی کوسیجن صاحب پاکستان کے چار روزہ دورے پر تشریف لائے تھے۔ موصوف نے اپنے قیام کے دوران مختلف سرکاری اور کاروباری فرض ادا کئے اور ساتھ خیریت کے چلے گئے۔

جاتے جاتے انہوں نے روس اور پاکستان کے مشترکہ اعلامیہ پر دستخط ثبت کئے۔ یہ اعلامیہ کاہے کو تھا، خانہ پُری کی ایک نرالی کوشش تھی مگر اس خانہ پری میں بھی ایک پہلو بہت ہی نرالا رہا۔ ویت نام میں امریکی جارحیت، عرب ممالک کے خلاف اسرائیل کی پالیسی اور جرمنی میں مغربی یورپ کے رویہ سے پیدا ہونیوالی فضاء ــــ یہ ہیں تین مسئلے جو اس وقت دنیا میں کشیدگی کا سبب اور فوری اہمیت کے حامل ہیں۔ اللہ اللہ خیر صلا۔ واضح رہے کہ مذکورہ مشترکہ اعلامیہ پر، دنیا کی سب سے بڑی اشتراکی مملکت کے وزیر اعظم نے، دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست کے صدر کے ساتھ، دستخط کئے ہیں، یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ مشترکہ اعلامیہ اس ملک میں مرتب اور جاری کیا گیا ہے، جہاں ستمبر ۶۵ء میں خون کی ندیاں بہہ چکی ہیں اور ان ندیوں کو پاٹنے کیلئے انجمن اقوام متحدہ کے نمائندے ادھر ادھر مارے مارے پھرتے رہے، راتوں کو جاگتے رہے، چند ایک کو چھوڑ کر باقی سب منافقت کے جال بنتے رہے۔ اور تو اور جب ان میں سے کسی طرح خاطر خواہ بات نہ بن سکی تو خود مہمان مذکور نے ہند و پاک کے نمائندوں کی میزبانی کے فرائض انجام دئے۔ تاشقند میں بیٹھ کر عہد و پیمان کئے اور کرائے۔ یہ سب انجی پچھلے دو ڈھائی سال کی باتیں ہیں مگر قربان جائیے چشم پوشی کے اس انداز پر، اس طرز تغافل پر، یا زیادہ صحیح اور عوامی انداز میں کہا جائے تو اس ڈھیٹ پن پر کہ یہ سب کچھ ــ حذف ــ کر کے رکھ دیا کہی گئی ان ساری باتوں کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ ویت نام، فلسطین اور جرمنی کے مسائل سنگین و شدید نہیں ــــ یہ مسائل بلا شبہ عالمی نوعیت اور فوری اہمیت کے حامل ہیں اور یقیناً ہیں مگر ہم جو بات کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ کشمیر بھی اپنی جگہ سنگین اور شدید مسئلہ ہے اور اس مسئلے کو نظر انداز کرنا یا کرنے دینا تو امن دوستی کا دعویٰ کرنیوالے کسی فرد کو بھی زیب نہیں دیتا کہ سب سے زیادہ سنگین مسئلہ تو سامراج کا وجود ہے۔

جب تک روس میں خروشچیوف کی جدید ترمیم پسندی یا اس کے پیروکاروں کا سیاسی راج ہے اس وقت تک ہمیں روسی حکمرانوں سے کسی قسم کی اصول پرستی یا حق دوستی کی امید نہیں ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں نکلتا کہ عوام دوستوں اور اصول پسندوں کی ریل گاڑی میں مال و دولت رکھنے والے بے اصول لاڈلوں کو بلا ٹکٹ سفر کرنے کی اجازت دیدی جائے۔ بغلی وار کرنیوالوں کو دوست سمجھنے کی حماقت کی جائے۔ سونے سے لدے ہوئے اونٹوں کو دیکھکر قومی حق خود اختیاری کے مضبوط قلعے کے دروازے کھولدینے کے جرم کا ارتکاب کیا جائے۔

جو لوگ جنگ ویتنام کے شیروں کو گفت و شنید کی زنجیروں میں جکڑنا چاہیں، جو لوگ سرزمین عرب پر اسرائیل کے حملے کے بعد بھی جانسن کے ساتھ بیٹھکر دوستی کے جام لنڈھائیں، جو لوگ دسمبر میں مشرقی جرمنی کے ساتھ معاہدۂ امن کے لاتعداد اعلانات کرنیکے باوجود یہ معاہدہ نہ کرپائیں، وہ سچے اشتراکی نہیں ہیں، وہ سچے دوست نہیں ہیں۔

دوست تو وہ ہیں جو پھانس چبھنے پر بیچین و مضطرب ہوجائیں، جو سونا چاندی قرض دیتے وقت سود نہ لیں، جو ہتھیار مانگنے پر ٹھینگا دکھانے اور ٹال مٹول کرنیکے بجائے اپنے اسلحہ خانوں کے منہ کھول دیں۔ جو ہمارے خام مال کی اونچی قیمت لگائیں، جو ہماری سرحدوں پر حملہ کرنے والوں کو جدید ترین جنگی ساز و سامان نہ دیں، ایسے لوگوں میں کوسیجن و جانسن و ولسن کا دور دور تک نام نہیں، ہاں چیرمین ماؤزے تنگ اور صدر سوئیکارنو اور بوم دین کے نام نامی ایسے دوستوں کی فہرست میں سب سے اوپر ہیں۔

آخر میں ہم صدر مملکت کی خدمت میں یہ عرض کریں گے کہ اب زمانہ اصولی باتوں کا ہے، کھری اور دوٹوک حکمت عملیوں کا ہے۔ سامراج دشمنی یا سامراج دوستی ــ بس یہی دو راستے ہیں۔ غیر جانبداری دھوکے کی ٹٹی ہے۔ آزاد خارجہ پالیسی تو خود پنڈت نہرو کی پسندیدہ پالیسی تھی جو ایسی چٹخی کہ پنڈت جی کی اپنی شخصیت چٹخ کر رہ گئی۔ پھر یوں بھی یہ آزاد خارجہ پالیسی، آزاد صحافت اور آزاد دنیا کی اصطلاحات در اصل وہ سیاسی چشمے ہیں جو طبقاتی بیماریوں کا شکار ہونے والے کاٹنے اور بھینگے لوگ لگائے پھرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ اگر دینے والا وہ نہ دے جو مانگنے والا مانگ رہا ہے تو پھر اس کی نیت کھوٹی ہے۔ پھر یہ کھوٹی نیت اس وقت اور زیادہ کھوٹی ہوجاتی ہے۔ جب یہی دینے والا، ہماری مانگی ہوئی چیزیں، ہمیں دینے کے بجائے یا ہم سے زیادہ، ہمارے خون کے پیاسوں کو دیدے، یہ بات صحیح ہے کہ روس نے ہم سے بھی صنعتی تجارتی اور ثقافتی شعبوں میں کچھ معاہدے کئے ہیں اور مزید کرے گا مگر اس بات سے بھی زیادہ تو یہ بات صحیح ہے کہ اگر کوئی دینے والا سونے کا ڈلا منہ میں رکھدے تو پھر سونا، سونا نہیں رہتا بلکہ طوق غلامی بن جایا کرتا ہے

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
"جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی"

انتخار جلیل

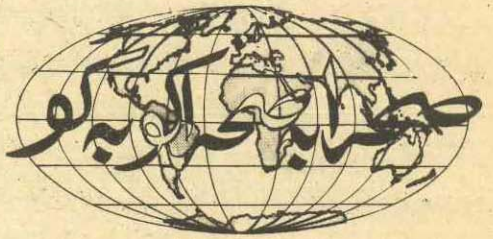

"مارٹن لوتھر کنگ جونیئر کو قتل کر کے سفید فام امریکہ نے سیاہ فام امریکہ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا ہے"
(کارمائیکل)

امریکہ

یہ اعلانِ جنگ تو سفید فام نسل پرست سامراجی درندوں نے بہت عرصے پہلے اس وقت ہی کر دیا تھا جب افرو امریکی عوام کے آباؤ اجداد کو یہ "مہذب لٹیرے" افریقہ سے بیڑیاں پہنا کر لائے تھے لیکن اس وقت یہ "اعلانِ جنگ" اتنے واضح انداز میں نہیں سنا جا سکتا تھا لیکن آج وہی بکھرے ہوئے وہی کچلے ہوئے، وہی محکوم و مظلوم عوام طبلِ جنگ کو واضح انداز میں سنکر قدم آگے بڑھا رہے ہیں اور انکے سینوں میں چھپے ہوئے آتش فشاں اب پھٹ چکے ہیں اور ان سے نکلتا ہوا لاوا "سامراجی جنت" کو نذرِ آتش کر رہا ہے ۔ وہی "سامراجی جنت" جس کی بنیاد ہی لوٹ کھسوٹ پر رکھی گئی ہے جس کی تعمیر ہی افرو امریکی عوام کے خون سے ہوئی ہے ۔ آج وہ مارٹن لوتھر کنگ اور دوسرے ہزاروں شہیدوں کے خون کا بدلہ لینے کے لئے سر سے کفن باندھ کر نکل کھڑے ہوئے ہیں ـــــ انہیں بھلا کون روک سکے گا ۔

مارٹن لوتھر کنگ کا قتل امریکی سماج میں پہلا قتل نہیں ہے بلکہ تشدد کے ذریعے قائم ہونے والے اس سماج میں ان گنت افرو امریکیوں کا خون شامل ہے اور ان خونی درندوں کو "رام" کرنے کے لئے اعتدال پسند گروہ کے قائد مارٹن لوتھر کنگ "عدم تشدد" کا منتر پڑھا کرتے تھے لیکن اس "منتر" سے نہ تو ان سامراجی ڈاکوؤں کی درندگی میں فرق آیا اور نہ ہی نیک عوام کچھ حاصل کر سکے ـــ ہاں یہ ضرور ہوا کہ عدم تشدد کے چکر میں پھنس کر افرو امریکی عوام کی انقلابی جدوجہد کا رخ موڑنے کی کوشش ضرور کی جاتی رہی ۔ اس طرح نسل پرست ان کو قانونی موشگافیوں میں پھنسا کر خود عیش کرتے رہے اور افرو امریکی عوام کو کچلتے رہے ـــ یہی وجہ تھی کہ جانسن اینڈ نکسن سے لیکر نوبل انعام دینے والوں تک سارے رجعت پرست مارٹن لوتھر کے "معتقد" تھے ـــــ ہاں کبھی کبھی یہ لوگ اس وقت ناک بھوں بھی چڑھاتے تھے، جب مارٹن لوتھر امریکہ کی نسل پرستانہ پالیسی کو تنقید کا نشانہ بناتے تھے ـــــ پھر بھی یہ کارمائیکل اور براؤن سے تو بہر حال "بہتر" تھے جو عدم تشدد کے گورکھ دھندوں کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے تھے اور نیگرو عوام کو ہتھیار اٹھانے کا مشورہ دیتے تھے ۔

ـــــ ان تمام باتوں کے باوجود مارٹن لوتھر نسل پرستوں کی درندگی سے نہ بچ سکے جو اس حقیقت کا اظہار ہے کہ لوٹ کھسوٹ پر ایمان رکھنے والے افہام و تفہیم کی زبان کبھی نہیں سمجھ سکتے ہیں بلکہ یہ تو صرف طاقت کی زبان ہی سمجھتے ہیں ـــــ اور یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ انکو مٹائے بغیر امن، انصاف اور آزادی کا سماج قائم کرنا محض ایک خواب ہے ۔

مارٹن لوتھر کا قتل امریکی معاشرہ کی ساری گندگیوں کو بالکل واضح انداز سے دنیا کے سامنے رکھ دیتا ہے ۔ یہ بتاتا ہے کہ جمہوریت کے ڈھنڈورچیوں کے دیس میں اقلیت کو کتنے حقوق حاصل ہیں ۔ یہ بتاتا ہے کہ آزادی کے علمبرداروں کے اپنے گھر میں کتنی آزادی ہے ۔ امن کی رٹ لگانے والے نیگرو عوام کے امن و امان کو کس طرح لوٹ رہے ہیں اور انصاف کی مالا جپنے والے کتنے ڈھیٹ انصاف دشمن ہیں اور یہ سامراجی ان افراد کا کیا حشر کرتے ہیں جو عدم تشدد، اور پرامن ذرائع سے حقوق حاصل کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں ـــــ کیا ہمیں ان حقائق سے یہ سبق نہیں ملتا ہے کہ تشدد کا جواب تشدد ـــــ اور صرف تشدد سے ہی دیا جا سکتا ہے اور اس کے علاوہ جو بھی راہ ہے اس پر چل کر کبھی منزل نہیں مل سکتی

مارٹن لوتھر کنگ کے قتل کے بعد جس انداز سے افرو امریکی عوام میدانِ جنگ میں اترے اس کے تیور بتا رہے ہیں کہ وہ ساری "خوش فہمیوں" سے دامن چھڑا کر ٹھوس جدوجہد کے لئے میدان میں اتر چکے ہیں ۔ افرو امریکی عوام نے امریکہ کے سو سے زائد شہروں کو اپنے پاؤں تلے روند کر بتا دیا ہے کہ وہ ہر قربانی کے لئے تیار ہو چکے ہیں اور اب تو اس انقلابی جدوجہد کے راستے کے وہ بند بھی ٹوٹ چکے ہیں جو مارٹن لوتھر اور انکے ہم نواؤں نے باندھ رکھے تھے ـــــ اس بار تو وہائٹ ہاؤس کے اردگرد بھی شعلے لپک رہے تھے اور افرو امریکی عوام ہتھیار اٹھا کر گلیوں اور سڑکوں پر نکل آئے تھے ۔ اس انقلابی جدوجہد کو نہ تو مقامی پولیس کنٹرول کر سکی اور نہ ہی نیشنل گارڈ بلکہ امریکی حکمرانوں کو اپنے ہی شہروں میں فوج اتارنی پڑی ـــــ ان تمام ظالمانہ ہتھکنڈوں کا مقابلہ افرو امریکی عوام نے انتہائی ثابت قدمی کے ساتھ کر کے امریکی حکمرانوں کو بوکھلا دیا ہے اور اب وہ اس انقلابی جدوجہد کا رخ موڑنے کے لاکھ جتن کر رہے ہیں ۔

امریکی سامراج کے زرخرید صحافیوں نے ان نیگرو حریت پسندوں کو چور اور لٹیرے کی حیثیت سے پیش کر کے انکے انقلابی کردار کو مسخ کرنے کی سازش کی ہے لیکن دنیا جانتی ہے کہ افرو امریکی عوام نہ تو چور ہیں اور نہ ہی لٹیرے بلکہ وہ تو ان ڈاکوؤں کے خلاف اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے لڑ رہے ہیں جنہوں نے ان کے لئے باعزت زندگی کے دروازے بند کر رکھے ہیں ۔ اور جنکے ظلم و استحصال کا سب سے زیادہ نشانہ افرو امریکی عوام بنے ہوئے ہیں ۔

امریکی حکمراں ظلم و استحصال کے بوسیدہ نظام کو بچانے کے سفید فام نسل پرستوں کا سہارا لئے ہوئے ہیں لیکن وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت واضح ہوتی

رفیق چوہدری

جب ظلم بڑھتا ہے

حویلی کی کھڑکیوں سے روشنی ابھی ٹمٹماتی چھنکر باہر آرہی تھی۔ جامو کی تیز تیز باتوں میں ٹھہراؤ پیدا ہونے لگا تھا۔ اس کی گونجدار آواز آہستہ آہستہ سرگوشیوں میں تبدیل ہوگئی۔ وہ اپنے شہر سے آنے والے ساتھی کے اور بھی قریب ہو کر چلنے لگا۔ وہ اپنی اور آنے والے کی اہمیت سے باخبر تھا۔ وہ یوں بول رہا تھا جیسے اپنے آپ سے ہمکلام ہو، وہ سرگوشی کے دبے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "اچھا ہوا جو آپ آگئے اس نے ہمیں ڈرانے اور دھمکانے کے لئے شہر سے پولیس بھی منگالی ہے، مگر اب ہم کسی سے نہیں ڈرتے۔ آپ کے بھیجے ہوئے اشتہاروں نے جادو کا کام کیا ہے۔ ہم کسانوں کو پتہ چل گیا ہے کہ ہمارا دراصل دشمن کون ہے۔ کیا بتاؤں آپ کو، لالو نے تو کمال کر دیا اس نے تو جاگیردار کے خاص لٹھ بند کارندوں کو بھی اس سے باغی بنا دیا ہے۔ پرسوں جب جمانی نے اسے بیٹی کی شادی اور اسمبلی میں ممبر بننے کے خرچہ میں حصہ دینے سے انکار کر دیا تو وہ اپنے بارہ لٹھ بند کارندوں کو لے کر اس کے کھیت میں جا دھمکا اور لگا واہی تباہی بکنے مگر جمانی نے بھی وہ سنائیں کہ یاد ہی کرتا رہے گا۔ پھر اس نے جمانی کو مارنے کے لئے ہنہر گھمایا تو جمانی نے ایک طرف پڑی ہوئی کلہاڑی اٹھالی اس نے گھوم کر کارندوں کی طرف دیکھا مگر ان میں سے کوئی بھی آگے نہ بڑھا اور وہ دانت کٹکٹاتا وہاں سے چلا آیا۔ بس پھر کیا تھا، کسی اور نے بھی ایک دھیلہ نہیں دیا۔ حرامزادہ مردار ہمارا خون چوس چوس کر کاریں خریدتا ہے، حویلیاں بناتا ہے، اور آپ کو پتہ ہے اس لگی حویلی کے ایک خاص کمرے میں ایک تہہ خانہ ہے جہاں سونے کی اینٹوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ بے شمار روپیہ ہے، اسے ہمارا نہیں لگتا اور ہم سے بیٹی کی شادی کا خرچ مانگتا ہے۔ اور ساتھ ہی اسمبلی کا ممبر بھی ہمارے روپے سے بنے گا ہے، پھر بے شرمی دیکھو کس ڈھٹائی سے کہتا ہے۔ "کہ جتنی دھوم دھام سے شادی ہوگی اتنی ہی تمہارے علاقے کی ہی واہ واہ ہوگی اور لوگ کہیں گے کہ دیکھو فلاں گاؤں کے جاگیردار نے بیٹی کی شادی کتنی شان سے کی ہے، میرا کیا ہے میں تو تمہاری ناک اونچا کرنے کے لئے ہی کرتا ہوں، اسمبلی کا ممبر بننا سو وہ بھی تمہاری ہی بھلائی کے لئے ہے ورنہ میں تو اس جنجال میں پڑنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تھا پر کیا کروں غریبوں کی خاطر اس مصیبت کو بھی گلے لگانا ہی پڑتا ہے پر یہ غریب ایسے ظالم ہوتے جاتے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ ان کی کھال کھینچ لوں، پتہ نہیں کون ان کو پٹی پڑھاتا ہے"، جامو جاگیردار کی باتیں کرتے کرتے رک گیا۔ پھر ایک دم کسی اندرونی جذبے کے تحت بول اٹھا: "دیکھئے نا رحمان صاحب کس قدر زیادتی ہے پتہ نہیں یہ قانون کس نے بنائے ہیں۔ فصل کے وقت بھی یہ تین حصے ہم سے چھین لے جاتا ہے اس کا کوئی عزیز مر جائے یا کسی کی شادی ہو، اس کے گھر میں دعوت ہو مہمان آئیں یا جائیں تمام خرچ گاؤں والوں کو ہی برداشت کرنا پڑتا ہے اور شائد آپ یہ نہ جانتے ہوں کہ گاؤں کی کسی بیٹی کی شادی ہو تو بھی اس کے لئے نذرانہ الگ رکھنا پڑتا ہے ....." خاموش ہو گیا پچھلی رات کا چاند تھا اور چاند نکلنے میں ابھی کافی دیر تھی وہ چلتے چلتے حویلی کے نیچے پہنچ گئے۔ اندھیرے میں حویلی بڑی ہیبت ناک دکھائی دے رہی تھی۔ گاؤں سے الگ تھلگ بالکل بھوتوں کے مسکن کی طرح، شہر سے آنے والی پگڈنڈی اس کے پچھواڑے سے ہو کر گاؤں میں داخل ہوتی تھی۔ وہ حویلی کی دیوار کے ساتھ لگ کر چلنے لگا۔ آدمی کے قد سے اونچائی پر بنی ہوئی کھڑکیوں سے نکلتی روشنی کسی آدم خور دیو کی کھلی آنکھوں کی مانند لگ رہی تھی۔ جامو کا گھر گاؤں کے پرلے سرے پر تھا۔ جہاں لالو بڑی بے صبری سے ان کا انتظار کر رہا تھا۔ شہر سے آنے والے ساتھی اور اشتہاروں کا انتظار، اشتہار جنہوں نے انہیں زندہ رہنے کے ڈھنگ بتائے تھے، ظلم کی چکی میں پستے انسانوں پر ان کی اہمیت واضح کی تھی۔ ورنہ وہ کولہو کے بیل کی طرح اسی چکر میں ڈنڈے کھا کھا کر گھوم رہے تھے۔ جاگیردار کے رحم و کرم پر ان کی زندگی اور موت کا دارومدار تھا۔ جاگیردار جس کے باپ دادا اور پڑدادا بھی اسی طرح ان کے باپ دادا اور پڑدادا کی گاڑھے پسینے کی کمائی کو لوٹتے آئے ہیں۔ لالو سوچ رہا تھا۔ یہ بڑی بڑی مونچھوں اور سرخ چہرے والا عفیلا جاگیردار اپنے اجداد کے نقش قدم پر چلتا ہوا ہمارے بدن سے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لینے کی پوری سعی کرتا ہے، مگر اب ہم ایسا نہ ہونے دیں گے۔" یہ سوچتے ہی لالو کا سینہ فخر سے چوڑا ہو گیا۔ پھر اسے یاد آیا کہ ان کے شہری ساتھی کتنے اچھے ہیں انہیں ان کے دکھ درد کا کتنا شدید احساس ہے کتنے ہنس مکھ اور پرخلوص ہیں وہ لوگ، ریا، لالچ اور مکاری و بناوٹ سے کوسوں دور اس بھیڑیئے جاگیردار سے وہ کس قدر مختلف ہیں۔ یہ عفیلے درندے کی طرح ہر وقت جھنجھلایا جھنجھلایا اور وہ مسکراتے مسکراتے دکھوں کو جھیلنے والے" جامو اور رحمان صاحب کا انتظار کرتے کرتے لالو یادوں کے جھولے میں جھولتا کہیں سے کہیں جا پہنچا۔ اسے ڈونگر والا واقعہ یاد آگیا۔ جب پہلے پہل اس کی ملاقات ان شہری ساتھیوں سے ہوئی تھی تو جامو نے اسے ان شہری بابوؤں کے ارادوں اور پروگرام سے آگاہ کیا تھا تو اسے جامو کی اور ان شہریوں کی باتوں پر یقین نہ آیا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ یہ تو نازک نازک شہری بابو بھلا اس سخت اور کٹھن کام میں پورے اتر سکیں گے، اور اسی خیال کے تحت وہ ان سے زیادہ میل جول نہ رکھتا تھا صرف جامو کی خاطر ان کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔ اور پھر کچھ دن بعد جب رحمان اور اقبال کے ساتھ اسے ڈونگر جانا پڑا تو اس نے بڑی بددلی کا اظہار کیا تھا۔ ڈونگر میں ہونے والی خفیہ میٹنگ میں شمولیت کے لئے دور دور کے شہروں کے ساتھی بھی پہنچنے والے تھے۔ اس میٹنگ میں بڑی اہم باتوں پر گفتگو ہونے والی تھی۔ آئندہ چل کر کام کرنے کے طریقوں کے علاوہ ڈونگر کے ظالم جاگیردار کے ہاتھوں مصائب میں پھنسے ہوئے بے کس کسانوں کی مشکلات کا حل تلاش کرنے کے بارے میں غور و خوض کا بھی پروگرام تھا۔ کافی رات گئے جب وہ پندرہ میل پیدل سفر کر کے ڈونگر پہنچے تو لالو یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا کہ ان نازک شہریوں کے چہرے ویسے ہی بشاش تھے اور تھکے ہونے کے باوجود ان پر کسی قسم کی خفگی یا اضمحلال کے آثار نہ تھے۔ لالو نے سوچا اس نے پہلے پہل ایسے آدمیوں کے لئے غلط رائے قائم کر کے کچھ انصاف نہیں کیا تھا۔ میٹنگ ایک کسان کے گھر میں ہو رہی تھی کچھ اینٹوں کا بنا ہوا دو کمروں کا مکان جس کا صحن کشادہ تھا۔ باہر سے آنے والے ساتھی ایک کمرے میں چارپائیوں پر بیٹھے تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ ڈونگر کے کسان ساتھی چائے وغیرہ کا بندوبست کرتے ہوئے ادھر ادھر گھوم رہے تھے! اتنے میں ایک کسان ساتھی گھبرایا ہوا اندر داخل ہوا اور اطلاع دی کہ ہمارے اس اجتماع کی خبر جاگیردار کو مل گئی ہے۔ پچاس لٹھ بند غنڈے ہمیں گھیرے کے لئے بھیج چکا ہے۔ جاگیردار کی جیب کبھی کی تھانہ سے پولیس کی مدد لینے کے لئے جا چکی ہے اطلاع ملتے ہی ان لوگوں نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر کاغذات کو سمیٹا اور فوراً اس مکان کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا پھر بغیر کسی قسم کے شور و گھبراہٹ کے بڑی پھرتی سے صحن میں آگئے اتنے میں جاگیردار کے غنڈے مکان کے قریب پہنچ گئے تھے یہ لوگ جب باہر گلی میں نکلے تو ان پر ہر طرف سے لاٹھیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ یک لخت اک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ اور اس ہنگامے میں گاؤں کے دوسرے کسان بھی شریک ہوتے گئے اندھیرا ہونے کے سبب لاٹھیوں کے پہلے حملے کے علاوہ جس میں اقبال بھی زخمی ہو گیا تھا۔ وہ غنڈے کوئی زیادہ نقصان نہ پہنچا سکے گاؤں کے ساتھیوں نے اس بھگدڑ میں سے اپنے تمام شہری ساتھیوں کو نکال کر محفوظ جگہ پر پہنچا دیا۔ گھپ اندھیرے میں جاگیردار کے آدمی آپس ہی میں سر پھٹول کرتے رہے۔ اس کے بعد جب پولیس نے آکر اس ہنگامے کو ختم کیا تو جاگیردار کو یہ دیکھ کر بہت دکھ اور سخت مایوسی ہوئی کہ

مئی ۶۸ء

وہاں گاؤں کے باہر کا ایک آدمی بھی نہیں ہے۔ وہ بادلے کتے کی طرح غرا رہا تھا۔ "وہ کدھر گئے، کہاں چھپے ہیں وہ، جو حکومت کے خلاف زہر اگلتے پھرتے ہیں، وہ جو حکومت کے خلاف اشتہار چھاپ چھاپ کر رعایا کو باغی بناتے ہیں؟ بتاؤ؟ بتاؤ میں انہیں کچا چبا جاؤں گا۔" جاگیر دار کا چہرہ تازہ کٹے ہوئے بوتھڑے کی طرح کانپ رہا تھا تھرا رہا تھا۔ پھر اس نے گاؤں والوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ میں تمہاری ہڈیاں توڑ دوں گا۔ اگر تم میں سے کسی نے ان کا ساتھ دیا تو دیکھ لینا میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں" وہ ایک ایک کسان کو گلے سے پکڑ پکڑ کر جھنجھوڑ رہا تھا۔ وہ چپ تھے اس کی پریشانی اور جھنجھلاہٹ پر دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے اور اپنے مہمانوں کی خیریت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ پر جاگیر دار کو چین کہاں وہ تو کھسیانہ ہوا اپنے بالوں کو نوچتا گرجتا "کس کتے کے گھر میں وہ لوگ جمع ہوئے تھے" اس نے بڑھ کر بابے فضلو کو گریبان سے پکڑ لیا اس نے ناک اور منہ پر مکے مارنے شروع کر دیئے۔ وہ ہانپتا جاتا اور فضلو کو مارتا جاتا۔ اس کے منہ سے تھوک جھاگ بن بن کے نکل رہی تھی جس کے چھینٹے اڑا اڑ کر دوسرے لوگوں کے چہروں پر پڑنے لگے وہ ہونکتا ہوا کہتا رہا تھا "تم ..... تم ..... تمہاری یہ ہمت، یہ جرأت .... پاجی کمینے ہماری بلی ہم کو میاؤں، ہمارا کھانا ہے ہم کو ہی آنکھیں دکھاتا ہے، دیکھتا ہوں اب وہ لوگ کیسے آتے ہیں اس گاؤں میں، اور کون ان کی مدد کرتا ہے۔ بتاؤ وہ لوگ کون ہیں اور کہاں سے آتے ہیں" وہ چلا چلا کر بابے فضلو سے پوچھ رہا تھا۔ وہ چپ چاپ کھڑا مار کھاتا رہا لیکن اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ کسان رحم آمیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے ان کے دل میں جاگیر دار کے لئے نفرت کا جذبہ بڑھتا جا رہا تھا۔

فضلو کے منہ سے بہنے والی خون کی لکیر لالٹین کی مدھم روشنی میں مقدس حروف کی طرح چمک رہی تھی اور جو کسانوں کے دلوں میں ہلچل پیدا کر رہی تھی۔ ان کے دل چاہ رہے تھے کہ ..... کہ ... مگر صدیوں کا خوف ان کے دلوں کی ہلچل پر حاوی رہا۔ اور وہ پولیس اور لٹھ بند آدمیوں کو خوف زدہ آنکھوں سے دیکھنے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔" جاگیر دار جاں بلب کتے کی طرح پھر چیخا "بتاؤ۔ بتاؤ وہ لوگ کون ہیں ورنہ میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا" فضلو کا زخمی چہرہ ایک عزم اور یقین کے جذبات کو لئے مسکرایا اس کی گردن تن گئی اس نے اپنے بدن کو اپنی پوری لمبائی تک کھینچا اور ایک مقابل کے حریف کی طرح جاگیر دار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور کہا "کیا تم ان کو نہیں جانتے، اگر نہیں جانتے تو اتنے خوفزدہ کیوں ہو رہے ہو، تم یقیناً اپنی موت کے ان پیغامبروں سے واقف ہو اگر نہیں تو جلد تمہیں ان کا پتہ چل جائے گا۔" پھر جلد ہی جاگیر دار کے بھاری بوٹوں کی ٹھوکروں نے بابا فضلو کو زمین پر گرا دیا۔ کچھ دیر بعد جیپ میں بیٹھتے ہوئے تھانیدار اس کا شکریہ ادا کر رہا تھا کہ اس نے ایک بہت ہی خطرناک مجرم کو گرفتار کرانے میں ان کی مدد کی ہے۔ فضلو کے گرفتار ہو جانے کی خبر ان کو صبح ساتھ والے جنگل میں مل گئی تھی۔ جہاں وہ دو دن تک بغیر کچھ کھائے پیتے چھپے رہے اگر وہ چاہتے تو اسی رات واپس شہر پہنچ سکتے تھے۔ مگر انہوں نے اس کام کو پورا کئے بغیر واپس جانا مناسب نہ سمجھا جس کے لئے وہ لوگ جمع ہوئے تھے ــــ چوتھے دن ڈڈ نگر کے ایک ایک کسان کے علاوہ جاگیر دار کے کارندوں کی جیبوں میں بھی ان کے اشتہار تھے جن کو وہ ایک دوسرے سے چھپا چھپا کر رکھ رہے تھے۔ لالو کے خیال میں بھی نہ تھا کہ یہ شہری بابو اس قدر سخت جان ہوں گے اور ایسے ایسے خطرناک مراحل کو یوں ہنستے کھیلتے طے کر جائیں گے تین تین دن فاقوں کے باوجود اپنے کام کی لگن میں ذرہ برابر فرق نہ آنے دیں گے ــــ لالو گاؤں کے پرلے سرے پر جامو کے گھر میں بیٹھا، شہر سے آنیوالے ساتھی اور اشتہاروں کا بڑی بے صبری سے انتظار کر رہا تھا۔ اشتہار جن میں جاگیر دار کی لڑکی کی شادی اور اسمبلی کی ممبری کا کچا چٹھا لکھا ہوگا۔ جامو تو سرِ شام ہی شہر سے آنے والے راستے پر جا بیٹھا تھا ــــ جامو اور رحمان بابو خاموشی سے حویلی کی دیوار کے ساتھ لگ کر اندھیرے میں چل رہے تھے۔ حویلی کے پچھواڑے والی بیٹھک کے پاس پہنچ کر وہ رک گئے۔ جاگیر دار اور تھانیدار کی آواز باہر آ رہی تھی جاگیر دار کہہ رہا تھا "یہ جامو اور لالو بڑے خطرناک آدمی ہیں۔ ان کے پاس شہر سے اشتہار چھپ کر آتے ہیں۔ اور یہ انہیں کسانوں میں تقسیم کر دیتے ہیں اس طرح ہمارے خلاف بھولے بھالے لوگوں کو بھڑکا کر یہ لوگ اپنا رنگ جمانا چاہتے ہیں ــ" "ہوں یہ بات ہے" تھانیدار نے اٹھتے ہوئے کہا۔" اور دیکھئے ناکانوں نے ان کے کہنے میں آ کر شادی میں ندرانہ دینے سے انکار کر دیا ہے اس کے علاوہ اسمبلی کی ممبری کے لئے جو فنڈ جمع ہونا تھا اس کے لئے بھی وہ لوگ طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں۔ تھانیدار صاحب آپ ذرا سختی سے اس معاملے کو..... آپ سمجھ گئے نا ... آپ تو ہمارے" اور جاگیر دار کی مکار ہنسی فضا میں ڈوب گئی .... جامو نے جلدی سے اشتہاروں والا تھیلا رحمان بابو سے لے لیا اور اسے شہر واپس چلے جانے کا مشورہ دے کر جلدی جلدی قدم اٹھاتا اپنے گھر کی طرف چل دیا .....

ــــ پچھلی رات کا چاند آہستہ آہستہ بلندیوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جامو کے گھر کے گرد پولیس کا گھیرا تنگ ہو رہا تھا۔ پھر ایک دم مسجد فضا سیٹیوں کی گونج سے تھرا اٹھی۔ جامو کے گھر کا دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ انہوں نے اندر داخل ہو کر دیکھا تو ہر چیز انہیں اپنا مذاق اڑاتی دکھائی دی۔ صحن کی کچی دیوار پر بیٹھی کالی بلی کی تیز سرچ لائٹ جیسی آنکھیں اس غیر اخلاقی طور پر آنے والوں کا جائزہ لے رہی تھیں جو بڑی بے ہودگی کے ساتھ مٹکے، گڑ و نچی اور چولہے کو ڈنڈے مار رہے تھے پھر وہ بڑے زور سے غرائی اور ایک جست میں چیختی ہوئی سپاہیوں کے سروں کے اوپر سے صحن پار کر کے کمرے کی چھت پر جا بیٹھی۔ وہ سب ایک ہی چھلانگ میں ہڑبڑاتے ہوئے صحن سے گلی میں جا پڑے ــــ

دوسرے دن سارے قصبے میں اشتہار کی دھوم تھی۔ لوگ ٹولیاں بنا بنا کر اس کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ جامو اور لالو کا کہیں پتہ نہ تھا۔ البتہ حویلی کے کمرے میں سر جوڑے دو آدمی کسی ڈاکے میں مطلوب جامو اور لالو کو اشتہاری مجرم قرار دینے کی اسکیم پر غور کر رہے تھے ــــ

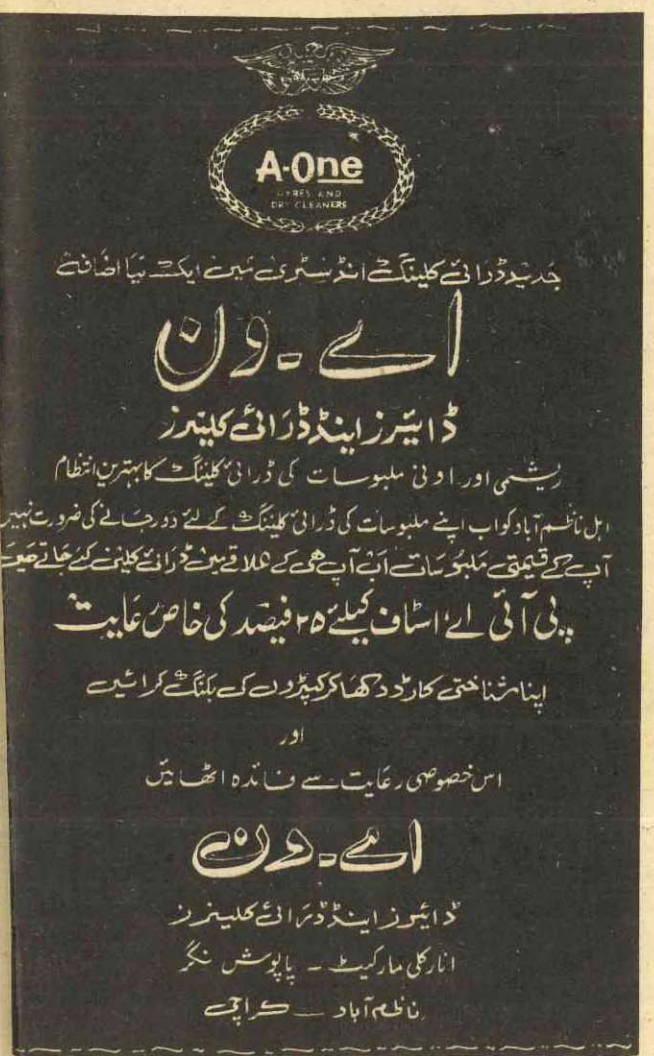
A-One
DYERS AND DRY CLEANERS
جدید ڈرائی کلیننگ کے انڈسٹری میں ایک نیا اضافہ
اے ون
ڈائیرز اینڈ ڈرائی کلینرز
ریشمی اور اونی ملبوسات کی ڈرائی کلیننگ کا بہترین انتظام
اہل ناظم آباد کو اب اپنے ملبوسات کی ڈرائی کلیننگ کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں
آپ کے قیمتی ملبوسات اب آپ ہی کے علاقے میں ڈرائی کلین کئے جاتے ہیں
پی آئی اے اسٹاف کیلئے ۲۵ فیصد کی خاص رعایت
اپنا شناختی کارڈ دکھا کر کپڑوں کی بکنگ کرائیں
اور
اس خصوصی رعایت سے فائدہ اٹھائیں
اے ون
ڈائیرز اینڈ ڈرائی کلینرز
انارکلی مارکیٹ ۔ پاپوش نگر
ناظم آباد ــ کراچی

قیس سلیمی

یومِ مئی
تجدیدِ عہد کا دن

"سرمایہ دارو! کیا مجھے بھی بولنے کی اجازت ہے؟ حاکمو! غریب انسانوں کی آواز بلند ہونے دو نہیں تو پھر ان کی تلواریں بلند ہوں گی۔ اور ان اٹھی تلواروں کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں جھکا سکے گی۔" (سپارٹیز)

یکم مئی محنت کشوں کی جدوجہد اور تحریک میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس روز امریکہ کے محنت کشوں نے اوقاتِ کار میں کمی کے لئے منظم اور باشعور طریقے پر ہڑتال کی تھی۔ مزدور تنظیموں کی آواز پر لاکھوں محنت کش اوزار اور آلات رکھ کر سڑکوں پر نکل آئے تھے۔ یکم مئی ۱۸۸۶ کی صبح کا ذکر ہے۔ چیتھڑی چھاتیوں اور پھٹے پرانے کپڑوں والے مزدور جن کے کپڑوں اور چہروں پر مشینوں کی کالک کے سیاہ دھبے تھے اپنے حقوق منوانے کے لئے شکاگو کی شاہراہوں پر نکل آئے تھے ان کے سینے تنے ہوئے تھے اور ہاتھ فضا میں لہرا رہے تھے۔ ان کے سینے عزم و ہمت اور جرأت و بہادری کے جذبہ سے لبریز تھے ان کے سروں میں ایک ہی سودا تھا اپنے حقوق منوانے کا سودا۔ محنت کش انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن تھا۔ ان کے سامنے شکاگو کی کشادہ سڑکیں تنگ ہو کر رہ گئی تھیں۔ اس سمندر کا مطالبہ تھا اوقاتِ کار میں کمی۔ سرمایہ داران سے بیس بیس گھنٹے کام لیتا تھا اور ان کے ساتھ حیوانوں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا صنعتوں کے قیام نے تاریخ کے ایک نئے اور ترقی پسند طبقے کو جنم دیا تھا۔ سرمایہ داروں نے صنعتیں قائم کر کے اپنے منافعوں کی خاطر انہیں منظم کیا تھا۔ آج وہی ترقی پسند طبقہ ظلم کے خلاف سراپا احتجاج بنکر سڑکوں گلیوں اور چوراہوں پر نکل آیا تھا۔ امریکہ کا مشہور شہر شکاگو چونکہ سب سے بڑا صنعتی مرکز تھا اسلئے ہڑتال کا زور بھی یہیں سب سے زیادہ تھا۔ محنت کشوں کی ہڑتال نے سرمایہ داروں کے دل دہلا دیئے تھے۔ ان کے اجرتی غلام ان کے سامنے سینے تان کر کھڑے ہو گئے تھے اور اپنے حقوق کا مطالبہ کر رہے تھے۔ محنت کش انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے اس سمندر کو روکنے کے لئے سرمایہ داروں کے پاس پولیس اور فوج کے سوا اور کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ یکم مئی کو شکاگو نے تاریخ کا عظیم ترین مظاہرہ دیکھا تین مئی کو میکارومس ریپر ورکس نامی ادارے کے ہڑتالی مزدوروں پر پولیس نے حملہ کر کے پانچ مزدوروں کو شہید اور بیسیوں کو شدید زخمی کر دیا۔ اوقاتِ کار میں کمی کے مطالبے پر مزدوروں پر گولیاں برسائی گئیں۔ اگلے روز شکاگو کے رائندرالف بازار کی حیئے مارکیٹ میں مزدوروں کا ایک زبردست احتجاجی جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مزدوروں پر پولیس کے وحشیانہ تشدد کی مذمت کی گئی اور ہڑتال کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔ عین اس وقت جبکہ جلسہ پرامن طور پر منتشر ہونے والا تھا پولیس کے کسی پالتو غنڈے نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایک دستی بم پھینکا جس سے ایک پولیس سارجنٹ ہلاک ہو گیا تھا پولیس نے اس واقعے کا سہارا لیکر مزدوروں پر ہلہ بول دیا۔ مزدور بھی مقابلے پر اتر آئے نصف گھنٹے کی لڑائی میں سات پولیس مین ہلاک اور چار مزدور شہید ہو گئے اس کے علاوہ متعدد افراد شدید مجروح ہوئے۔ اس سے اگلے روز مزدوروں نے اپنے شہید ساتھیوں کے خون میں رنگے ہوئے سرخ جھنڈے اٹھا کر جلوس نکالا اور شکاگو کی شاہراہوں پر مارچ کیا۔ جن جھنڈوں کا رنگ کل تک سفید تھا وہ آج سرخ تھے۔ پولیس نے مزدوروں کا خون بہا کر ان کو سرخ بنا دیا تھا اور سرمایہ داری کے نظام کے لئے موت کا پیغام بنا دیا تھا۔ یہی سرخ جھنڈا آگے چل کر محنت کش تحریک کا امتیازی نشان قرار پایا۔ یہ آگ پھیلتے پھیلتے پورے امریکہ اور پھر یورپ میں پھیل گئی۔ پولیس اور حکومت نے ہڑتال توڑنے کے لئے مزدوروں پر مظالم کے پہاڑ ڈھا دیئے اس کے باوجود محنت کش اپنے موقف پر عزم و ہمت اور جرأت و دلیری کے ساتھ ڈٹے رہے۔

امریکی حکومت نے اس تحریک کو ہمیشہ کے لئے کچلنے کی خاطر پانچ مزدور رہنماؤں کو گرفتار کر کے ہڑتال کی قیادت کرنے کے جرم میں پھانسی دیدی۔ ان میں محنت کشوں کا محبوب اور خوبرو لیڈر رابرٹ تھا۔ دبلے پتلے جسم کا فتیلہ تھا آہنی ارادے کا مالک آینجل تھا اس کے چہرے پر زمانے کی سختیوں کے بے شمار نشان تھے۔ بوڑھا سپارٹیز تھا جس کے ٹھٹھے ہوئے خوبصورت جسم کو سرمایہ داروں نے خون چوس کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیا تھا۔ ادھیڑ عمر پارسنز تھا جس کے خون سے انھوں نے شرابِ ارغوان کشید کی تھی۔ انھوں نے پھانسی کے تختے پر جبکہ موت کے بھیانک سائے ان کی نگاہوں کے سامنے وحشیانہ رقص کر رہے تھے نعرہ حق بلند کیا۔ چنانچہ فشر نے سولی پر چڑھتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم ایک اچھے کام کیلئے جان قربان کر رہے ہیں۔"

آینجل نے للکار کر کہا تھا۔

"تم ہمیں مار سکتے ہو لیکن ہماری تحریک کو نہیں مار سکتے۔ ہماری تحریک تمہاری

موت کا پیغام بن کر ابھری ہے"

خوبرو رابرٹ نے کہا تھا۔

"تم اس آواز کو بند کر سکتے ہو لیکن ایک وقت آئے گا جب ہماری خاموشی ہماری آواز سے بھی زیادہ زوردار ہوگی"

بوڑھے خمیدہ کمر والے سپارٹیز نے بلند آواز میں پکار کر کہا تھا۔

"سرمایہ دارو! کیا مجھے بھی بولنے کی اجازت ہے؟ حاکمو! غریب انسانوں کی آواز بلند ہونے دو نہیں تو پھر ان کی تلواریں بلند ہوں گی اور ان اٹھی تلواروں کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں جھکا سکے گی"

ادھیڑ عمر پارسنز نے ایک طویل اور بلند آہنگ حقارت آمیز قہقہہ لگا کر پھانسی کا پھندا گلے میں ڈال لیا تھا۔ پارسنز کے بلند آہنگ قہقہے نے سرمایہ داروں کی رگوں میں دوڑتے لہو کو منجمد کر دیا تھا۔ پھانسی کے تختے سے بلند ہونے والے بے گناہ مجرم کا یہ قہقہہ دور دور تک سنا گیا تھا جس نے سرمایہ داروں کے محلات کی دیواریں لرزا دی تھیں۔ ان پانچ اولوالعزم شہیدوں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ آج بھی فضا کی بیکراں وسعتوں میں گونج رہے ہیں اور محنت کشوں کو اپنے خونِ ناحق کا انتقام لینے پر اکسا رہے ہیں۔ یہ چند الفاظ انسانیت کی تاریخ کا ایک حصہ ہیں جن پر آنے والا ہر لمحہ مہر تصدیق ثبت کر رہا ہے۔ سرمایہ داران لفظوں کو اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود وقت کے صفحات سے محو نہیں کر سکے۔ یہ الفاظ اندھیروں میں بجلی کی طرح چمک رہے ہیں۔ ان کی چمک دائمی اور لازوال ہے۔ شکاگو کے محنت کش شہید انسانیت کے بلند قامت ہیرو ہیں جنہوں نے اپنے خون سے مستقبل کے راستوں پر دیئے روشن کئے تھے جو آج بھی گھٹا ٹوپ اندھیروں کا پردہ چاک کر رہے ہیں۔ ہر سال یکم مئی کو ان کی یاد منائی جاتی ہے۔ تمام دنیا کے محنت کش ان کے کردار سے روشنی حاصل کرتے ہیں جن کے ذہنوں کو جدید دنیا کے عظیم فلاسفر کارل مارکس اور اس کے دستِ راست فریڈرک انیگلز کے انقلابی نظریہ نے صیقل کیا تھا۔

دنیا کے محنت کش ہر آن اور ہر لمحہ اپنے ان شہید ساتھیوں کے خون کا انتقام لے رہے ہیں۔ روس کے محنت کشوں نے عظیم لینن کی قیادت میں زارشاہی کا تختہ الٹ کر بھرپور انتقام لیا اور سامراجیت کے قلعے میں شگاف ڈال کر دوسروں کے لئے آزادی۔ حریت۔ مساوات اور امن کی راہیں کھول دی تھیں۔ اس کے بعد آزادی کی تحریکیں ہر طرف سے اٹھنے لگیں محنت کشوں نے ہر ہلہ سے انتقام لیا۔ مسولینی کو دفنایا اور ٹوجو کے دانت کھٹے کئے۔ چین کے جیالوں نے چیرمین ماؤزے تنگ کی قیادت میں سرمایہ داروں سامراجیوں اور رجعت پسندوں کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا۔ کیوبا کے جانبازوں نے ڈاکٹر فیڈل کاسترو کی رہنمائی میں سرخ پرچم لہرایا اور دنیا کے سب سے بڑے سامراجی ملک امریکہ کے ساحل سے صرف نوّے میل دور محنت کشوں کا راج قائم کر دیا۔ رومانیہ۔ بلغاریہ۔ ہنگری پولینڈ۔ چیکوسلواکیہ۔ یوگوسلاویہ اور شمالی کوریہ کے مزدوروں نے پے در پے شکستیں دے کر شکاگو کے شہیدوں کا انتقام لیا۔

ویت کانگ حریت پسند بوڑھے جرنیل ہوچی من اور مردِ آہن جنرل گیاپ کی قیادت میں امریکی سامراج اور اس کے پٹھوؤں کو ناکوں چنے چبوا رہے ہیں۔ سامراجیت کا متعفن لاشہ ویت نام کی دلدلوں میں دفن ہو رہا ہے لاطینی امریکہ میں بطلِ حریت اور شہیدِ آزادی ڈاکٹر چی گیورا کے جانباز ساتھی سرخ جھنڈا اٹھائے آگے بڑھ رہے ہیں۔ فنٹر۔ انیگل۔ رابرٹ۔ سپارٹیز اور پارسنز کے ساتھی بولیویا۔ ارجنٹائن۔ لاؤس۔ کمبوڈیا۔ انگولا۔ موزمبیق، کشمیر، فلسطین رہوڈیشیا۔ پورا گوئے اور پیراگوئے میں آزادی اور حریت کا علم اٹھائے۔ سامراج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے۔ آگ اور خون کے سمندر کو عبور کرتے ہنستے۔ مسکراتے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ بقول فیض ؎

جذبِ مسافرانِ رہِ یار دیکھنا!
سر دیکھنا نہ سنگ نہ دیوار دیکھنا!

حاکموں نے جس تحریک کو گولیوں کی بوچھاڑ۔ ٹینکوں کی یلغار۔ بمبار طیاروں کی پرواز اور پھانسی کے پھندوں نے روکنا چاہا تھا وہ تحریک ۸۲ برس کے مختصر ترین عرصے میں پورے کرۂ ارض کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے۔ دنیا کے ۱/۳ حصہ میں سوشلسٹ راج قائم ہو چکا ہے محنت کشوں کی حکمرانی ہے کوئی مجبور نہیں جہاں کوئی کسی کا استحصال نہیں کرتا۔ جہاں حق مانگنے والوں کو سولی نہیں دکھائی جاتی بلکہ سکھ چین اور امن کا دور دورہ ہے۔ بھوک۔ بیماری افلاس اور غربت کے ڈیرے نہیں بلکہ ہر طرف خوشحالی کا دور دورہ ہے۔ آج سامراج ہر قدم پر پسپا ہو رہا ہے سرمایہ داری نظام دم توڑ رہا ہے۔ سوشلزم کا آفتاب ہر لمحہ ہر لحظہ بلندیوں کی طرف اٹھ رہا ہے۔ تاریکی دم توڑ رہی ہے۔ اجالا پھیل رہا ہے۔ سرخ۔ دمکتا اور چمکتا اجالا ؎

ہل چکا ہے تختِ شاہی گر چکا ہے سر سے تاج
ہر قدم پر ڈگمگایا جا رہا ہے، سامراج!

یوم مئی تجدید عہد کا دن ہے۔ اپنی صفوں کو مضبوط بنانے۔ ماضی کے کام کا جائزہ لینے اور غلطیوں کوتاہیوں کو درست کرنے کا دن ہے۔ یکم مئی سوگ یا خوشی منانے کا روز نہیں مزدور تحریک کو آگے بڑھنے کے قابل بنانے جدوجہد کو صحیح خطوط پر استوار کرنے اور کاندھے سے کاندھا ملانے کا دن ہے۔ یوم مئی محنت کش طبقوں کے لئے ایک سبق۔ ایک پیغام اور صحیفے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یوم مئی نئی امنگیں۔ ولولے اور جذبے لیکر آیا ہے۔ یوم مئی اس جذبے کو مزید تابناک درخشندہ اور راسخ بنانے آتا ہے جس جذبہ سے سرشار ہو کر شکاگو کے محنت کشوں نے میچگن جھیل کو خون کا نذرانہ دیا تھا ٹریبون ٹاور تلے اپنے اعضا زرد پتوں کی مانند بکھیر دیتے تھے اور رانڈرالف بازار کے ہے مارکیٹ میں اپنے خون سے گلکاری کی تھی اس مقصد کے حصول کی خاطر جدوجہد کو آگے بڑھانے کا دن ہے جس کے لئے شکاگو کے مزدوروں نے سینوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کھائی تھی۔ یوم مئی ایک حسین سماج کی تشکیل کے لئے نقطۂ آغاز کی حیثیت رکھتا ہے۔ یوم مئی ظلم و تعدی کے خلاف شورِ آوازِ حق اور نعرۂ گیرودار ہے۔ محنت کشوں فتح ہماری ہے۔ مستقبل ہمارا ہے یہ وسیع تر کائنات ہماری ہے۔

آگے بڑھو آگے اور آگے!!!

کرملی

انقلابی موڑ پر

امریکہ کے صدر جانسن کے ۳۱ مارچ کے اعلان دست برداری نے دنیا بھر میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ ویت نام کے مجاہدوں کی شہرت پہلے سے دوبالا سہ بالا ہو گئی ہے۔ انسانیت نے سر اٹھا لیا ہے۔ اس لئے کہ ویت نام کے بہادر عوام صرف اپنے ملک و قوم کی نہیں بلکہ دنیا بھر کے محنت کشوں اور امن پسندوں کی جنگ لڑ رہے ہیں اور ۳۱ مارچ کو قاتل جانسن نے اپنی حسرتوں کی داماندگی کا اعتراف کر کے صرف ویت نامی عوام کی عظمت کو خراج تحسین ہی نہیں پیش کیا۔ بلکہ دنیا بھر اور خاص کر امریکہ کے امن پسند عوام کے دلوں میں سامراجی جنگ بازی کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت کا اعتراف بھی کیا ہے۔

حقیقت سورج کی مانند ہے کہ جب اس کا طلوع ہو جائے تو اس کو چھپانا کسی کے بس کی بات نہیں، جھوٹ، فریب، دغابازی اور خود غرضی کے بادل کچھ دیر کیلئے حقیقت کے سورج کا چہرہ ڈھانپ لیں تو بھی دن کی نمود کو نہیں چھپا سکتے۔ مشرقی ایشیا کے افق پر حقیقت کا سورج ضو فشاں ہو رہا ہے۔ قاتل جانسن کے بیان نے اس کے چہرے سے سامراجی تعلی اور تغلب کے بادلوں کی بہت سی تہیں ہٹا دی ہیں اور اس حقیقت کی جو کرنیں دنیا بھر کے انقلابی عوام کے چہروں کو تابناک کر رہی ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

ا۔ سامراجیوں، جاگیرداروں، بڑے سرمایہ داروں اور ان کے حواریوں کی عملداری عوامی جنگ کے ذریعے ختم کی جا سکتی ہے یہ مجرب نسخہ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے بیشتر ممالک میں کارگر ہو سکتا ہے۔ پرولتاریہ کی رہنمائی میں تشکیل پایا ہوا ایک عوامی انقلابی متحدہ محاذ اور اس متحدہ محاذ کے تحت منظم کی گئی ایک عوامی فوج دنیا کی تاریخ کی طاقتور ترین قوت کو جو انتہائی ہلاکت خیز اسلحہ سے لیس ہے شکست فاش دے سکتے ہیں۔ ہتھیار پر آدمی کی فوقیت ثابت ہو گئی ہے۔

ب۔ امریکی سامراجیوں کا عوامی جمہوریہ چین کے خلاف جارحیت کا منصوبہ مٹی میں مل گیا ہے۔ امریکی سامراجی اگر تین کروڑ ویت نامیوں کو نیچا نہیں دکھا سکتے تو ستر کروڑ چینیوں کو جو بہترین انقلابی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں کیسے شکست دے سکتے ہیں؟ دنیا پر یہ حقیقت عرصے سے واضح تھی سامراجیوں اور ترمیم پسندوں کی آنکھوں سے پٹیاں اب اتر رہی ہیں۔

ج۔ آج کے انقلابی دور میں دنیا کی بدترین سامراجی طاقت دنیا کے انقلابی عوام کی مشترکہ جدوجہد کے آگے بے بس ہے۔ دنیا بھر کے عوام کے دلوں میں امریکی حکمرانوں کے خلاف نفرت کا دریا ٹھاٹھیں مارنے لگا ہے۔ اور یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ اگر سامراجیوں کے عالمی جنگ کے منصوبوں کا مقابلہ عوامی انقلابی جبھہ بندی سے کیا جائے تو عالمی جنگ روکی جا سکتی ہے

د۔ روسی ترمیم پسندوں کی عالمی پالیسی کا دیوالہ پٹ گیا ہے۔ اس کی کئی ایک وجوہات ہیں۔ کیوبا، گھانا، انڈونیشیا، انڈونیشین رہی پبلک کے واقعات نے روسی ترمیم پسندوں کی انقلاب دشمنی سے پردے ہٹا دئے۔ ویت نام میں بھی روسی ترمیم پسندوں نے سامراجیوں سے ملی بھگت کی بہتری کوشش کی۔ اور بار بار یہ منصوبہ بنایا کہ کسی نہ کسی طرح امریکی سامراجیوں اور ویت نامی رجعت پرستوں سے ساز باز کر کے وہاں ایک انقلاب کش امن قائم کر دیا جائے۔ (اور دنیا پر اس مجادلے سے اپنی لاتعلقی ظاہر کی جائے) لیکن ویت نام کی انقلابی قوتوں نے صبر و استقلال بہادری و جانبازی اور خود اعتمادی کا فقید المثال مظاہرہ کر کے، عوامی چین نے بے دھڑک انقلابی عزم کا اظہار کر کے سویت یونین کے انقلابی جذبے میں رچے بسے محنت کشوں نے اپنے حکمرانوں کی پالیسیوں سے بے زاری کا اظہار کر کے عالمی رائے عامہ نے حقارت کے تھپیڑ مار مار کر ان ترمیم پسندوں کو مجبور کیا کہ انقلابیوں کے لئے اسلحہ کی ترسیل بڑھائیں۔ لیکن ترمیم پسندوں کی انقلاب دشمن پالیسی کی جڑیں گہری ہیں آج بھی وہ سامراجیوں سے ساز باز کر کے ویت نام میں انقلابی بارود کو سمجھوتہ بازی کے پانی میں بھگونا چاہتے ہیں۔

ہ۔ سامراجیوں، جاگیرداروں اور ان کے پٹھوؤں کے غلبے کے خلاف جہاد میں ہر قوم کو اپنے آپ پر دار و مدار کی پالیسی اختیار کرنی ہو گی انجام کار اپنی طاقت پر انحصار اور اپنے عوام پر بھروسہ کرنا ہو گا اور محنت کشوں کی رہنمائی میں عوامی جبھہ بندی کو اپنے مخصوص حالات کی روشنی میں عمل میں لانا ہو گا۔

س۔ ایشیا میں ایک نئی پود جنم لے رہی ہے جو تنظیمی صلاحیتوں نظریاتی پختگی۔ ثقافتی قدروں، انسانیت نوازی، بہادری اور دانشمندی میں مغرب کو پیچھے چھوڑ چکی ہے

بھیڑ کی کھال میں بھیڑیا

قاتل جانسن کی صدارتی انتخاب سے دستبرداری کو سامراج کے دلال اور ترمیم پسندی کے ان ڈھنڈورچیوں نے امریکہ میں جمہوریت اور عوام کی فتح کا درجہ دیدیا ہے ان رذیلوں کا اس سے یہ مقصد ہے کہ سامراجی ہتھکنڈے کو صدق اور دریادلی کا چولا پہنا دیا جائے۔ اور اس طرح سے جنوبی ویت نام کے محاذ آزادی اور شمالی ویت نام کی حکومت پر زور دیا جائے کہ وہ بھی امریکی منصوبہ کے مطابق صلح حاصل کرنے کی کوشش میں شامل ہو جائیں اور صدق اور دریادلی کا ثبوت دیں۔ اور اس طرح سامراجیوں اور ترمیم پسندوں کی عالمی بندر بانٹ میں ملی بھگت کے منصوبوں میں مثبت رول ادا کریں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جانسن کا اعتراف شکست امریکی عوام

سے کہیں زیادہ ویت نامی عوام کی فتح ہے۔ انقلابی کیمپ کی فتح ہے۔ اور عالمی رائے عامہ کی فتح ہے۔ دوسرے ابھی فتح کی ڈگڈگی بجا نا قبل از وقت ہے۔ اس بات کے کافی آثار موجود ہیں کہ قاتل جانسن کا ڈرامائی اعلان سامراجیوں کا آگے چھلانگ لگانے سے پہلے پیچھے ہٹنے کا عمل ہے مثلاً:

(۱) جانسن کے اعلان کے باوجود اس کی الیکشن مشینری زوروں میں کام کر رہی ہے۔ امریکہ کے اندر ایک مضبوط تاثر موجود ہے کہ جانسن کی دست برداری۔ صدر ناصر کے استعفیٰ کی طرح ایک سیاسی چال ہے۔

(۲) اپنے بیان میں جانسن نے اپنے صدارتی انتخاب سے دست برداری کا جواز یہ پیش کیا ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ ویت نام کی جنگ کی موجودگی میں میں اپنے وقت کا ایک گھنٹہ یا ایک دن بھی اپنے داخلی جھگڑوں میں صرف کروں۔ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ قاتل جانسن صدارتی مہم چلانے کو جنگجوئی میں مداخلت سمجھتے ہیں۔ اور سال کے آخر تک پوری تندہی سے جنگی منصوبوں پر توجہ دیں گے۔

(۳) جانسن کے اعلان سے ویت نام میں امریکی جنگ بازی کم نہیں ہوئی بلکہ تیز ہو گئی ہے۔ اور جس تقریر میں جانسن نے اعلان دست برداری کیا ہے۔ اسی میں ویت نام میں امریکی فوجوں میں بہت بڑے اضافے کا اعلان بھی کیا ہے۔ اور اس بات کا زوردار لہجہ میں اعادہ کیا گیا ہے کہ امریکی صدر صلح کی تلاش میں اپنے قومی مفادات (جو ظاہر ہے کہ سامراجی ہیں) پر کبھی سمجھوتہ نہیں کریگا۔

(۴) سامراجی معیشت کا یہ ایک اٹل قانون ہے کہ یہ معیشت بڑھتی ہوئی جنگی صنعت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ جانسن کی مخالفت نے عوامی ریلا اس لئے نہیں پکڑا کہ امریکہ کی عالمی پیمانہ پر جنگی سرگرمیاں کیوں ہیں (اور آج بھی ہے) بلکہ جانسن پر غصہ اس بات پر ہے کہ اس نے امریکہ کو ویت نام میں شکست کے دروازے پر لا کھڑا کیا ہے۔ امریکی نوجوانوں کو موت کی وادی میں دھکیل دیا ہے۔ اور امریکی معیشت کا دیوالہ نکال دیا ہے۔ اور یہ سب کچھ بے فائدہ ثابت ہو رہا ہے۔ آج جانسن ویت نام میں فتح کا کوئی ڈرامائی ثبوت دیدے تو کم از کم امریکہ کے حکمران طبقے میں اس کی مخالفت رک جائیگی۔ ممکن ہے اس سے عوامی تائید بھی حاصل ہو جائے۔

(۷) امریکی حکمران طبقوں میں جانسن سے شکایت ویت نام کی پالیسی کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ اس پالیسی کے چلانے میں اس کی نااہلی پر مبنی ہے یہ پالیسی تو دراصل آنجہانی جیک کینڈی نے وضع کی تھی۔ اور آج ان کے بھائی اور صدارتی انتخاب میں جانسن کے مدمقابل رابرٹ کینڈی صاحب کا رونا یہ ہے کہ ان کے خیال میں قبول عام حاصل کئے بغیر صدر جانسن اگر اگلے چند ہفتوں میں جنگی سرگرمیوں میں اضافہ کریں گے تو یہ ان کی غلطی ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ فتح ہم سے دور ہے جانسن کے مخالفین بھی ویت نام سے نہیں نکلنا چاہتے ہیں۔ بلکہ وہ امن کے نام پر ویت نام میں پرامن امریکی چھاؤنی قائم کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ امریکی اپنے سامراجی مفادات کی بہتر حفاظت کر سکیں۔

ایسے آثار ہیں کہ امن کے نام پر عالمی رائے عامہ کو دھوکہ دینے کی امریکی کوششوں میں موجودہ کوشش سب سے زیادہ عیاری کی مظہر ہے۔ اور شمالی ویت نام کے کچھ حصے پر بمباری بند کرنے کا منصوبہ دراصل ضرورت کو نیکی کا درجہ دینے والی بات ہے۔ اس لئے کہ اس حصہ پر بمباری میں امریکہ کے جہازوں کو بہت نقصان پہنچ رہا تھا۔ جس کی ایک مثال ایف ۱۱۱ قسم کے طیاروں کی تباہی ہے۔ مزید برآں آجکل امریکہ کو اپنے زیادہ تر ہوائی جہازوں کی امریکی فوجیوں کو ویت نامی مجاہدوں کی گولیوں سے بچانے کی ضرورت ہے۔ دراصل یہ فیصلہ امریکی سابق وزیر دفاع میکنامارا کے جنگی منصوبے پر علمدرآمد ہے۔

جب تک امریکی ویت نام میں جارحیت بند نہیں کرتے۔ سرزمین ویت نام سے نکل نہیں جاتے اور ویت نامی عوام کو ان کے حال پر نہیں چھوڑتے ویت نام میں امن کی بات ایک ڈھکوسلہ ہے۔

مستقبل کی ایک جھلک

۱۹۱۷ء میں جب ایک ایشائی ملک جاپان نے یورپ کے ایک سامراجی ملک یعنی روس کو شکست فاش دی تو ایشائی عوام کے دلوں میں مغربی سامراج سے آزادی کی لہر تیز ہو گئی۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں جب لینن کی رہنمائی میں روسی زار شاہی کا تختہ الٹ دیا گیا تو ایشیا کے محنت کش عوام کے سینے میں انقلابی امنگیں انگڑائیاں لینے لگیں۔ اس کے ساتھ ہی دوسری جنگ عظیم کے بعد قوم پرستی کی طوفانی لہروں کے سامنے سامراجی ممالک بے بس ہو گئے تھے۔ ایشیا اور افریقہ کے عوام کی جدوجہد آزادی تیز تر ہو گئی اور ایک کے بعد دوسرا ملک آزادی سے ہمکنار ہونے لگا۔

۱۹۴۹ء میں چینی عوام نے ماؤزے تنگ کی رہنمائی میں جب بیرونی اور اندرونی غلامی کے جوئے اتار پھینکے۔ تو ایشیا افریقہ اور لاطینی امریکہ کے محنت کش عوام کا خوشگوار مستقبل ان کی آنکھوں میں جھلملانے لگا۔ آج ویت نام میں کروڑ کی ایک چھوٹی سی قوم عالمی تاریخ میں ایک نیا باب کھول رہی ہے تو لازمی ہے کہ عالمی انقلابی قوتوں کے عزم و استقلال میں بے پناہ اضافہ ہو گا

امریکی سامراج اس سے بے خبر نہیں۔ چنانچہ ان کو یہ فکر دامنگیر ہے کہ ویت نام میں انقلابی بند ٹوٹیں تو کس طرح ٹوٹیں۔ ان کے منصوبوں میں یہ باتیں شامل ہیں۔ کہ

(ا) ویت نام کے اردگرد سامراجی حصار بندی کو مضبوط کیا جائے اور تھائی لینڈ فلپائن ملائشیا۔ سنگاپور اور انڈونیشیا کی رجعتی حکومتوں کے گٹھ جوڑ کو مضبوط کیا جائے۔ اور ان کو اپنے عوام کی انقلابی امنگوں کو بیرحمی سے کچلنے میں امداد دی جائے۔

(ب) بھارت، پاکستان۔ برما۔ سیلون۔ نیپال، وغیرہ کی رجعتی طاقتوں کا گٹھ جوڑ مضبوط کیا جائے۔ اور ان ملکوں کو ایک انقلاب دشمن چھاؤنی میں تبدیل کر دیا جائے۔

(ج) مشرق وسطیٰ میں عرب حکومتوں اور اسرائیل پر دباؤ ڈال کر ان میں صلح کرا دی جائے۔ اور اس کے بعد عرب کے انقلابی مجاہدین کی بیخ کنی کی جائے۔

(د) دنیا بھر میں جہاں کہیں عوامی جنگیں پروان چڑھ رہی ہیں۔ وہاں کے انقلابی عوام کا قلع قمع کیا جائے۔

(س) عوامی جمہوریہ چین کو تنہا بدنام اور ترغیب کی ڈبل حکمت عملی استعمال کر کے اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ عالمی انقلاب کی سربراہی چھوڑ دے

روسی ترمیم لینڈ لوز لہ

بات کے واضح آثار ہیں کہ معاہدہ تاشقند کی طرح امریکیوں اور روسی ترمیم لینڈ لوز لہ میں زبردست اور گہری ساز باز ہو گئی واشنگٹن کی ساکھ خراب ہونے کی وجہ سے ایشیائی حکومتوں اور عوام کو جھانسہ دینے کیلئے ماسکو کا نام استعمال ہوگا

روسیوں کی طرف سے ہندوستان۔ برما اور انڈونیشیا کی ہتھ بندی روسی حکمرانوں کے مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا کے ممالک

لگاتار دورے اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ امریکی سامراجیوں اور روسی ترمیم پسندی کی ملی بھگت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ دنیا بھر میں اب تک صرف امریکی اقتصادی امداد انقلاب کشی کے لئے استعمال ہوتی رہی ہے اب روسی کی اقتصادی امداد اس کے شانہ بشانہ کام کریگی۔

ویت نام عالمی تضادات کا مرکز ویت نام آج عالمی معاشرے کے اہم ترین تضادات کی سرزمین ہے یہاں سامراجی درندوں کی عام انسانیت کے ساتھ مڈھ بھیڑ نہایت گھمبیر شکل میں نمودار ہو رہی ہے۔ یہاں دنیا کی رجعت پرست طاقتوں اور عالمی انقلابی قوتوں میں زبردست رن پڑ رہا ہے۔ یہاں امریکی سامراجیوں اور روسی ترمیم پسندوں کی آپس میں رقابت اور آپس کی ملی بھگت دونوں واضح ہو کر سامنے آگئے ہیں۔ ویت نام کی جنگ نے امریکی سامراجیوں کے خود امریکہ کے عوام خاص طور پر سیاہ فام شہریوں پر ظلم و تشدد کو بہت اجاگر کر دیا ہے۔ امریکی سامراجیوں اور یورپ کے چھوٹے موٹے سامراجوں کے آپس کے اختلافات کو واضح کر دیا ہے۔ خود ایشیا افریقہ اور لاطینی امریکہ کے نیم آبادیاتی نیم جاگیردارانہ معاشروں کی اندرونی جدلیاتی کیفیتوں کو منظر عام پر لانے میں بھی ویت نام کی جنگ نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ویت نام کی جنگ نے سامراجی معاشرے کی بے ثباتی اور عدم استحکام کو واشگاف کر دیا ہے۔

امریکی سامراجی ویت نام کے چھوٹے سے ملک میں جس درندگی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اور اپنے معاشرے کی تباہی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جس بری طرح بے بہا دولت اور بیشمار جانیں جنگ کی بھٹی میں جھونک رہے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ سامراجی منصوبہ صرف ویت نام تک محدود نہیں۔ بلکہ وہ ویت نام کو تباہ کر کے ایشیا افریقہ اور لاطینی امریکہ کے عوام کو عبرت دلا کر ان کو عوامی جنگ کی راہ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ڈین رسک اور امریکی سامراج کے دوسرے نمائندے یہ کہتے نہیں تھکتے کہ معاملہ سامراج کا نہیں بلکہ دنیا پر یہ ثابت کرنے کا ہے کہ امریکہ آسانی سے پسے (سامراجی) مفادات سے دست بردار نہیں ہوگا۔ اور یہ کہ ویت نام کی جنگ کے نتیجے پر دراصل امریکہ یعنی سامراج کی بقا کا انحصار ہے۔ ویت نام کی جنگ امریکی درندوں کی طرف سے پسماندہ ممالک کی عوامی قوتوں کیلئے انتباہ ہے کہ وہ قومی آزادی کی جنگوں سے باز آجائیں اور خود کو سامراجی غلامی میں رہنے کی عادت ڈالیں۔

یہ زمانہ کی جدلیاتی ستم ظریفی ہے کہ جن کو دنیا ایک دوسرے کے بدترین دشمن سمجھتی ہے وہ دروں خانہ ملی بھگت ہیں۔ روسی ترمیم پسند سوشلسٹ معاشرے میں سرمایہ داری عنصر کی ترقی پذیر صورت ہے جب سوشلسٹ انقلاب آتا ہے تو اس کی تعمیر میں ایک خرابی مضمر ہوتی ہے اور وہ یہ کہ تاریخ کا سرمایہ دار عناصر کے ساتھ ایک ناگزیر کمجھوتا ہوتا ہے نئے معاشرے کے آغاز میں کسانوں کو ساتھ لیکر چلنا ہوتا ہے اور "زمین ہل چلانے والے کا" نعرہ دراصل ایک کاری ضرب ہوتی ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر انجینئر اور پروفیسروں۔ آرٹسٹوں۔ مصنفوں اور دوسرے دانشوروں کو ترغیب دلانے کیلئے ان کے معاوضہ کا معیار خاصا بلند رکھا جاتا ہے یہی معاملہ کارخانے کے منیجروں اور سرکاری اہلکاروں کا ہوتا ہے یہ سب لوگ ملکر اگر دو چار پشتوں تک قائم رہیں تو آہستہ آہستہ انقلابی پارٹی اور مملکت کے اعلیٰ عہدوں پر قبضہ جما لیتے ہیں۔ ان میں بہت بڑا طبقہ ان لوگوں کا بھی ہوتا ہے۔ جو انقلاب کے ریلے میں جھوٹے انقلابی بن جاتے ہیں یا ان کی طبقاتی بنیادیں ان کو سچے انقلاب کی صف سے نکال لیتی ہیں۔ مادہ بدقماش لوگ ہوتے ہیں۔ روس اور یورپ کے بہت سے دوسرے اشتراکی ممالک میں یہی کرشمہ رونما ہو رہا ہے۔ اور ان ممالک نے ترمیم پسندی یعنی سرمایہ داری نظریئے کو انقلابی لفاظی کا چولا پہنا کر دراصل سرمایہ داری کی راہ اختیار کر لی ہے۔ اور وہاں کے ترمیم پسند حکمران ٹولوں کو اس بات کا فکر دامن گیر ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح ان کا اقتدار مستحکم ہو جائے عوامی جمہوریہ چین بھی اس فتنہ کا شکار ہوا تھا۔ لیکن ثقافتی انقلاب کے ذریعے اس کو فی الحال دبا دیا گیا ہے۔

اشتراکی ممالک میں ترمیم پسندوں کا اقتدار پھولوں کی سیج نہیں ہے۔ آخر وہاں کا سیاب انقلابی طبقہ اور انقلابی روائتیں یکسر مفقود نہیں ہو گئی ہیں اور طبقاتی کشمکش زوروں پر ہے۔ ترمیم پسندوں کو سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ ان کے ملکوں کے انقلابی حلقے دنیا کی دوسری انقلابی تحریکوں سے گٹھ جوڑ نہ کر لیں۔ اس لئے ان کی ہر توڑ کوشش یہ ہے کہ عالمی انقلابی تحریک کو قابو کیا جائے اور اسکو لگام ڈال کر انقلاب کی راہ سے ہٹا دیا جائے ویت نام کی جنگ آزادی کی کامیابی سے ترمیم پسندوں کی اس چالبازی کو اتنا دھکا لگے گا۔ کہ وہ اس کے تصور ہی سے کانپ کانپ جاتے ہیں یہی خطرہ ان کو اور امریکی سامراجیوں کے درمیان قدر مشترک ہے۔ چنانچہ روسی ترمیم پسندوں کی یہ بھرپور کوشش ہے کہ امریکیوں سے مل کر ویت نام میں کیوبا کے ۱۹۶۲ء کے سمجھوتے کی طرز کا کوئی ملی بھگت کا کھیل کھیلا جائے کیوبا میں خروشیف نے پہلے ہیتاک قسم کے ہتھیار کھسکے اور امریکی سامراجیوں کو دھکا نا شروع کر دیا۔ اور جب سامراجیوں نے نکرس لئے تو ایکدم پسپائی کا اعلان کر دیا اور کیوبا کی حکومت سے بالا ہی بالا امریکی حکومت سے سمجھوتہ کر لیا جس کا لب لباب یہ تھا۔ کہ کیوبا لاطینی امریکہ کی انقلابی تحریکوں کی امداد نہیں کریگا۔ اور اس کے عوض میں امریکہ کیوبا پر چڑھائی کے منصوبے ترک کر دیگا۔ آج یہ حالت ہے کہ امریکی حکومت نے کیوبا پر چڑھائی کے منصوبے ترک نہیں کئے۔ لیکن روسی ترمیم پسند لاطینی امریکہ کی انقلابی تحریکوں کو بے جان کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اس لئے نہیں جیسا کہ روسی ترمیم پسند چلاتے نہیں تھکتے) کہ ان تحریکوں سے امن عالم کو خطرہ ہے بلکہ ان تحریکوں کی کامیابی سے روسی ترمیم پسندوں کی اپنی گدیوں کو خطرہ ہے۔

ویت نام میں روسی حکمرانوں نے قومی آزادی کی جنگ سے شروع شروع میں کھلم کھلا بیزاری کا اظہار کیا اس امر کا ایک کھلا اشارہ یہ بھی دیا گیا کہ ۱۹۶۵ء میں امریکی سامراجیوں نے شمالی ویت نام پر اس دن بمباری کا آغاز کیا ہے۔ جب دن روسی وزیر اعظم خیر سے ہنوئی میں اترے تھے۔ لیکن روسیوں نے عوامی جنگ کی کامیابی دیکھکر پینترا بدلا ہے۔ اور اپنے حق میں فضا پیدا کرنے کیلئے اور ویت نام میں روسی لابی کا وقار بڑھانے کیلئے ہتھیاروں کی ترسیل میں اضافہ کر دیا ہے۔ کہ روسی آذر کی تاثیر بڑھے اور امریکی روسی ملی بھگت میں سہولت پیدا ہو۔ اس ضمن میں یہ ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ عوامی جنگ کی مخالفت امریکی سامراجی اور روسی ترمیم پسند اگرچہ ایک ہی پھر بھی عالمی منڈی سے ایک دوسرے کو دھکیلنے میں اور اپنے دائرہ اقتدار کو وسیع کرنے میں ان کی آپس کی شدید دھینگا مشتی بھی ہے۔ ویت نام میں امریکی روسی تعلقات کو اسی جدلیاتی رنگ میں دیکھنا چاہئے کہ ان کا ایکا دراصل مصالحت اور مناقشت کی متضاد صفتوں سے مرتب ہے۔ چنانچہ سامراجیوں اور ترمیم پسندوں کے ارادوں اور خواہشوں کے علی الرغم ویت نام کی انقلابی قوتیں اب تک اس صورت حال کو انقلاب کی گاڑی میں جوتنے میں کامیاب رہی ہے۔

with compliments

of

A.R.O. LIMITED

29-C, 28th Street, Block 6, P.E.C.H.S.
KARACHI-29

روشنی کی کرنیں

الطاف احمد

آج بھی وہ بے حد اداس تھا، ہمیشہ کی طرح۔ اور ویسے بھی یہ کوئی نئی بات نہ تھی، یہ تو گویا اس کا معمول تھا کہ وہ متفکر و مغموم اکثر خیالات میں غرق اسی کھڑکی کے پاس بیٹھا رہتا۔۔۔ اور بے چارہ کرتا بھی کیا۔۔۔ طرح طرح کی پریشانیاں، نت نئی الجھنیں اور تفکرات کے طویل سلسلے! فکر روزگار، بس وہ انہی میں ابھر کر رہ گیا تھا۔ ایک الجھن سے چھٹکارا حاصل ہو کہ دوسری درپیش۔۔۔ زندگی تھی کہ گزر رہی تھی۔۔۔ مجبوری کی، بے بسی کی اور بے چارگی کی۔۔۔ اپنی بے بسی! و بے چارگی کے خلاف وہ کس طرح صدائے احتجاج بلند کرے، بس لے دے کے یہی تھا کہ وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال لے۔۔۔ اور وہ بڑبڑا کر خاموش ہو جاتا۔۔۔ یا پھر ندیم کا یہ شعر گنگنانے لگتا

فیصلے کر رہے ہیں عرش نشیں
آفتیں آدمی پہ آتی ہیں

آج بھی یہی کیفیت اس پر طاری تھی اور وہ خاموشی و اداسی کے عالم میں محو ہو کر رہ گیا تھا، لیکن اس کا دماغ نہ جانے کیوں "آتشی" ہوا جا رہا تھا، جذبات و احساسات کی دبی دبی چنگاریاں اب پھیلنے لگی تھیں اور اس کے خیالات بغاوت پسندی کی انتہا کو چھو رہے تھے۔۔۔ جانے کیوں اسے سماج سے چڑ ہو گئی تھی۔ ہنستے ہوئے لوگوں کے چہرے اور بے فکرے چہروں کی مسکراہٹ اس کے لئے کوئی دلکشی کا باعث نہیں تھی، سڑکوں پر دوڑتی ہوئی تیز رفتار چمچماتی کاریں اس کی بصیرت پر گراں گزرتی تھیں۔ اس کے دل میں ان کے لئے حرص و ہوس نہ تھی بلکہ اس کے احساس کی لو اس لئے تیز ہو رہی تھی کہ آخر وہ اور اس جیسے ہزاروں، لاکھوں انسان معاشی اور سماجی بندھن میں جکڑے ہوئے ہیں اور مفلسی و بدحالی کے چلتے پھرتے شاہکار کیوں ہیں۔ پھر اس نے سوچا۔۔۔ اس معاشرے نے انسان کی درجہ بندی کیوں کر دی؟۔۔۔ کیا روز ازل سے یہی دستور ہے؟ کیا دنیا کا پہلا انسان چمچماتی کار سمیت پیدا ہوا تھا؟ اور یہ لوگ۔۔۔ یہ لوگ جو اب کوٹھیوں اور محلات میں سانس لے رہے ہیں، کیا ان لوگوں کو ان کی کنجی دے کر پیدا کیا گیا تھا۔۔۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔۔۔ اور پھر اس کی سوچ اور گہری ہو گئی۔۔۔ نہیں۔۔۔ فریب۔۔۔ دھوکہ۔۔۔ لوٹ کھسوٹ۔۔۔ حق تلفی۔۔۔ زیادتی، یہ سب دھوکہ ہے۔۔۔ یہ ظلم ہے۔۔۔ یہ ناانصافی ہے۔۔۔ یہ انسانی کردار کے گھناؤنے پہلو کا تاریک ترین گوشہ ہے۔ یہ ایک انسان کا دوسرے انسان کے حقوق پر ڈاکہ ہے۔۔۔ یہ زندگی کے نشان ہرگز نہیں۔۔۔ یہ غریب کی لاش پر تعمیر کئے ہوئے محل ہیں اور ان کاروں میں محنت کشوں کا لہو ڈھلا ہوا ہے! حقیقت ہے تو صرف اتنی کہ انسان نے انسان پر ظلم کیا۔۔۔ ایک نے دوسرے کی حق تلفی کی۔۔۔ ایک انسان نے دوسرے انسان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا۔۔۔ ایک ظالم ہے دوسرا مظلوم ہے، ایک قاہر ہے دوسرا مقہور! ایک جابر ہے اور دوسرا مجبور، پہلا انسان لیڈر ہے دوسرا مزدور۔۔۔ محنت کش! اور یہیں سے انسانی تاریخ کا گھناؤنا اور تاریک ترین دور شروع ہوا اور ظالم، قاہر، جابر اور لیڈر اب بھی سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے روپ میں موجود ہیں!

پھر اس کے ذہن میں خیالات ریل کے پہیئے کی سی تیزی سے گردش کرنے لگے۔ اس کی نظر سامنے میز پر پڑے ہوئے اخبار پر پڑی، سرخی تھی:۔

"اقوام متحدہ کا عالمی حقوق انسانی کا دن وسیع پیمانے پر منایا گیا۔"

اور پھر چند لیڈروں کی تصویریں تھیں اور ان کے گھسے پٹے بیانات! "ہوں" بے خیالی میں اس نے حقارت سے کہا۔۔۔ بکواس۔۔۔ مکر و فریب۔۔۔ دھوکہ۔۔۔ سامراجی چالیں۔۔۔ سامراجی ہتھکنڈے۔۔۔ اقوام متحدہ۔۔۔ سامراج کی خدمت گار۔۔۔ اس کے انسانی حقوق۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔۔ اور اس کے احساسات و جذبات کا طوفان شدت اختیار کر گیا، اس نے اس سیل بے کراں کو روکنے کی ناکام سی کوشش کی مگر۔۔۔ اخبار۔۔۔! وہ تو اس کے ہاتھوں میں آکر ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔ وہ سلگ رہا تھا، دہک رہا تھا۔۔۔ احساس کی دبی دبی چنگاریاں اب تیز تر ہو گئی تھیں اور وہ اپنے ذہن کو آتشی بننے سے نہ روک سکا تھا، اب اس کا ذہن ایک ہی طرف مائل تھا۔۔۔ تشدد۔۔۔ بغاوت۔۔۔ ظلم و ستم کرنے والوں پر تشدد۔۔۔ زمین کے خداؤں پر تشدد، انسانی قاتلوں پر تشدد! مظلوموں کی بالادستی، مزدوروں کی سربلندی، محنت کشوں کی سرفرازی، مجبوروں اور بے بسوں کی شہنشاہی۔

اور پھر اس کے خیالات کا سیل بے کراں آگے بڑھتا رہا۔۔۔ مگر یہ دنیا۔۔۔! یہ دنیا کتنی پاپی ہے۔۔۔ یہ لوگ کتنے وحشی ہیں۔۔۔ وہ بڑبڑانے لگا۔۔۔ کہاں ہیں تقدیس کے ٹھیکیدار؟۔۔۔ کیا انہیں ظلم کی چکی میں پستے ہوئے معصوم نظر نہیں آتے؟۔۔۔ بھیک کے لئے آگے پھیلے ہوئے ہاتھ دکھائی نہیں دیتے؟۔۔۔ یہ بھکارنیں۔۔۔ یہ بھکارنیں روز ازل سے تو نہ تھیں اور بالاخانوں کی زینت بھی تو بھوک و مفلسی اور تمہاری بے حسی کے باعث قائم ہے اور پھر۔۔۔! اس زینت کے پرستار بھی تو تم ہو۔۔۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ بھوک و فاقے سے مجبور ہو کر ایک انسان قانون توڑتا ہے، اسے قانون توڑنے سے پیار تو نہیں، کیا عزت و عصمت کا بیوپار کسی کو پیارا ہے؟ کیا قانون شکنی سے واقعی کسی کو لگاؤ نہیں ہے؟ کیا ان لوگوں کا ضمیر مردہ ہے؟۔۔۔ مگر نہیں۔۔۔ اے تقدیس کے پجاریو، اے نام نہاد تقدیس کے پجاریو! اے اندھیرے کے پجاریو، میں تمہیں کیا کہوں صرف اتنا ہی کہ تم اور کچھ تو نہ سکتے ہو مگر انسان نہیں!۔

اس کے احساسات و خیالات کی موجوں کی روانی جاری تھی۔۔۔ کھڑکی سے ہوا کا ایک جھونکا آیا۔۔۔ سامنے میز پر رکھی ہوئی سرخ کتاب کے صفحے پھڑپھڑائے۔۔۔ اس کی نظریں ایک صفحے پر ٹھہر گئیں۔۔۔ بوڑھا مفکر اور اس عہد کا عظیم ترین رہنما اور ۷۰ کروڑ لینن جانبازوں کا نجات دہندہ نوجوانوں سے کہہ رہا تھا:۔

"دنیا تمہاری ہے اور ہماری بھی، لیکن آخری تجزیئے میں یہ تمہاری ہی ہے۔ تم نوجوان لوگ جو طاقت و توانائی سے بھرپور ہو، زندگی کے شباب پر ہو اور صبح آٹھ یا نو بجے کے سورج کی مانند ہو۔ ہماری امیدیں تم سے وابستہ ہیں۔۔۔ دنیا تمہارے ہاتھوں میں ہے۔"

تحریر کا ایک ایک لفظ اس کے ذہن و قلب میں سما گیا، اندھیاروں میں روشنی کی کرنیں پھوٹتی ہوئی معلوم ہوئیں، اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔۔۔ اس نے کھڑکی سے جھانکا طالب علم ہاتھوں میں کتابیں سنبھالے تیزی سے اسکول جا رہے تھے۔۔۔ سامنے اس کا محنت کش ساتھی شمیم تھکا ماندا، روئی کے ڈھیروں میں الجھا ہوا، رات کی شفٹ پوری کر کے چلا آ رہا تھا۔ بوڑھے مفکر و رہنما کے الفاظ اس کے ذہن میں پھر گونجنے لگے:۔

"تم نوجوان لوگ طاقت و توانائی سے بھرپور ہو۔۔۔ زندگی کے شباب پر ہو۔۔۔ اور صبح آٹھ یا نو بجے کے سورج کی مانند ہو۔"

اب روشنی کی کرنیں ہر طرف پھیل رہی تھیں، مفکر کے الفاظ نے ذہن و قلب پر سحر کر دیا تھا، اس نے اپنے سینے میں اک نیا عزم بیدار ہوتا ہوا محسوس کیا، اک نئی امنگ اور اک نیا حوصلہ پیدا ہوا۔۔۔ سورج کی تمازت تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔۔۔ طالب علم تیزی سے رواں دواں تھے۔۔۔ اس کا محنت کش ساتھی قریب آ چکا تھا۔۔۔ روشنی کی کرنیں اور تیزی اختیار کر چکی تھیں! سورج کی کرنیں کھڑکی کے پٹ میں سے گزرتی ہوئی دیوار پر منعکس ہو رہی تھیں، اس نے کھڑکی کے ادھ کھلے پٹ پوری طرح کھول دیئے، روشنی کی کرنیں ہر طرف چھا گئیں۔۔۔

ہم انتقام لیں گے

قیس سلیمی

جس لہو سے گلرنگ ہوئی تھیں
شکاگو کی شاہراہیں اور نیم تاریک گلیاں
جو لہو بہا تھا پہاڑی نالے کی صورت
مئی کی خواب آگیں صبحوں میں
جہاں بکھرے تھے اعضاء زرد پتوں کی مانند
وہ لہو تھا محنت کے دیوتاؤں دھرتی کے بیٹوں کا
محنت کشوں کا
ہم اس لہو کا خراج لیں گے
انتقام لیں گے

جن سجل رسیلی راہوں پر
فشر[1] - پارسنز - اینگل اور سپارٹیز ایسے
کڑیل گبھرو بڑھے تھے انگڑائیاں لے کر
وہ راہیں اب رقص کناں ہیں
پگ پگ روشن دیپ ہوئے ہیں
جگ جگ کرنیں پھیلی ہیں
خون کا بدلہ خون سے لیکر
سڑکیں دھوئیں گلی گلی میں عطر ہے چھڑکا
جب تک دنیا میں باقی ہے ایک بھی ظالم ایک بھی راہزن
ہم اپنا پھریرا لہراتے
آگے بڑھتے جائیں گے
ان سڑکوں پر ان گلیوں میں اپنا پھریرا لہرائیں گے
گن گن کر بدلے لیں گے
خون کا حساب چکائیں گے
ہم انتقام لیں گے

وہ جو اٹھے تھے آگے بڑھے تھے
دلوں میں لیکر بغاوتوں کے لہکتے شرارے
جن کی آنکھوں میں کرنیں لے رہی تھیں بجلیاں
جو شکاگو کی سڑکوں پر شاہراہوں پر
خونیں علم اٹھائے
دیوانہ وار تاج و تخت کی سمت بڑھے تھے
ہم ان کے لہو کا خراج لیں گے
انتقام لیں گے

لینن بھی لے چکا ہے، اسٹالن بھی لے چکا ہے
ماؤ بھی لے چکا ہے
ویت کانگ لے رہے ہیں
پیتھٹ لاؤ لے رہے ہیں
انتقام لے رہے ہیں

ہم انتقام لیں گے
ایشیا میں لیں گے، افریقہ میں لیں گے
یورپ کی سرزمیں پہ لیں گے
ہم انتقام لیں گے

---

[1] فشر - پارسنز - اینگل اور سپارٹیز جنھیں ہڑتال کرانے کے جرم کی پاداش میں پھانسی دیدی گئی تھی۔

جشنِ سالگرہ

بزمِ منشور

خالد حمیدی

بزمِ منشور کا جشنِ سالگرہ ۱۴ اپریل کو تھا۔ مگر اس جشن کا آغاز کئی روز پہلے ہو چکا تھا۔ اسی روز جب جشن میں شرکت کا دعوت نامہ اراکین کو بھیجا گیا۔ یہ صرف ایک جشن، ایک تقریب، ایک محفل میں شرکت کا دعوت نامہ نہ تھا بلکہ ایک باعمل، فعال اور منظم تحریک میں شرکت کا دعوت نامہ تھا۔ یہ صرف ایک دعوت نہ تھا بذاتِ خود ایک منشور تھا ایک پیغام تھا، ایک چیلنج تھا ؎

چاہے غرورِ جم سے الجھنا پڑے ہمیں
ذکرِ حدیثِ عظمتِ انساں کریں گے ہم

دعوت نامہ یہ تھا:

"ہم سفرو!
بزم کی پہلی سالگرہ مبارک ہو!

ایک سال پہلے بزم کا قیام عمل میں آیا تھا اس عرصے میں ہم نے جاگیرداری، سرمایہ داری اور سامراجیت کے خلاف نہ صرف نظریاتی جدوجہد کی ہے بلکہ تنظیمی طور پر بھی ان عوام دشمن طاغوتی قوتوں کو للکارا ہے بزم کو ایسے سینکڑوں جیالے اور محبِ وطن، اراکین کی رکنیت پر فخر ہے۔ جو منشور کے پیغام کے مطابق قوم اور وطن کی عظمت و سرفرازی کیلئے مصروفِ عمل ہیں دیگر ملک دشمن افراد اور تنظیموں کے خلاف عموماً اور جماعت اسلامی اور ایڈورڈ کالج کے انتظامیہ میں موجود امریکی پٹھوؤں کے خلاف خصوصاً منشور اور بزم نے جو مثالی اور اصولی جنگ شروع کی ہے وہ یقینی طور پر تاریخ پاکستان کا درخشاں باب ہے۔

دوستو!
بزمِ منشور کی پہلی سالگرہ کی تقریب اس راہِ وفا کا ایک سنگِ میل ہے ــــ آئیے اس میں شرکت کر کے ایک بار پھر تجدیدِ عہد کریں کہ ہم عوام دوستی اور سامراج دشمنی کی مقدس تحریک آخر وقت تک جاری رکھیں گے۔"

اب تو اک فیصلہ کن قدم کی ضرورت ہے اے مشرکِ درد کے وارثو!

اب یہ سعیِ حصولِ مقاصد فقط فکرِ دشمن نہیں۔ ذکرِ رہزن نہیں

۱۴ اپریل کو کاسموپولیٹن کلب کے ہال میں جشنِ منشور منعقد ہوا۔ جشن میں شرکت کے لئے حیدرآباد اور کراچی کے نواح سے بزم کے اراکین بڑی تعداد میں آئے تھے۔ ان میں کچھ نوعمر چہرے بھی تھے جن کی طفلی کے خوابوں میں ڈوبی ہوئی آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ

"ابھی ہم نے دیکھا ہی کیا ہے"

مگر ان کے استخوانی چہرے اور پیشانیوں پر ابھرتی ہوئی سلوٹیں زبانِ حال سے پکار رہی تھیں۔

"ہم سب کچھ جانتے ہیں، ہم سب کچھ سمجھتے ہیں"

یہی علم، یہی سمجھ، یہی شعور یہی ادراک تھا جو میلوں دور سے انہیں کشاں کشاں جشنِ منشور میں شرکت کے لئے آیا تھا۔ یہاں کچھ جوانی کے خون سے دمکتے ہوئے چہرے بھی تھے جو اس لہو کو نظامِ زر سے آزادی کے افسانے کی سرخی بنانے کے لئے تیار اور بیچین نظر آتے تھے۔ کچھ شکن آلود چہرے اور برف پوش سر بھی تھے جو بزبانِ خموش کہہ رہے تھے

"بچو، جوانو، ہم نے بہت سرد و گرم سہے ہیں۔ بہت نشیب و فراز دیکھے ہیں

ہمارے سروں پر برف جم رہی ہے مگر ہمارے
دلوں میں عزائم کے الاؤ بھڑک رہے ہیں۔ ہمارے
اعضاء کمزور و مضمحل ہوتے جا رہے ہیں مگر
ہمارے ارادے مضبوط و توانا ہیں، ہم قدم
بے قدم تمہارے ساتھ ہیں۔"

اور ایک طرف کچھ پرچم نظر آ رہے ہیں، رنگین آنچلوں سے بنائے ہوئے پرچم اور ان پرچموں کے سائے میں کتنے ہی سورج جگمگا رہے تھے۔

متحرک، گرم، توانا! یہ وہ چراغہائے خانہ تھے جو شمع بزم بننے کے لئے نہیں کائنات کے سورج بننے کے لئے باہر نکلے تھے، جو ان اندھیروں کو

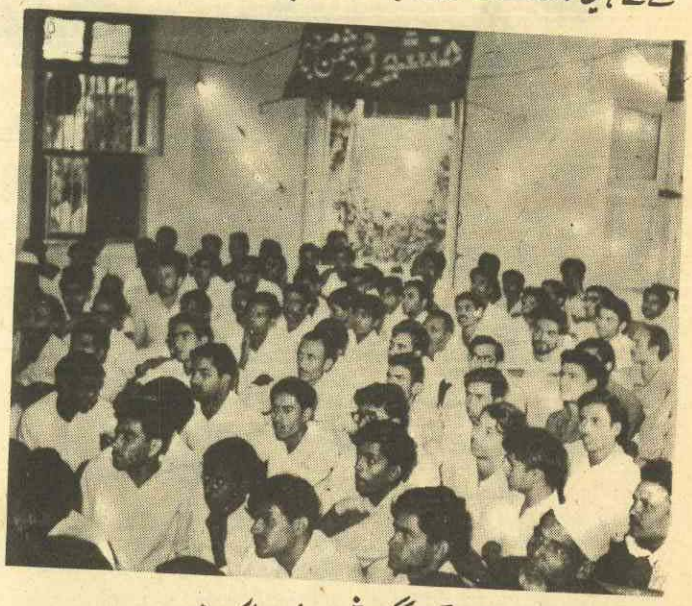

ہمہ تن گوش اسامعین

مٹانے کے لئے روشن ہوئے تھے۔ جن کے خلاف منشور نے اپنی آواز کا چراغ جلایا تھا اور اب منشور کے چراغ سے کتنے چراغ روشن ہو چکے تھے جو سورجوں میں ڈھلنے کے لئے مضطرب تھے۔ یہ تھی وہ محفل وہ تقریب جسے جشن منشور کہا گیا تھا۔ جہاں اس بات کا کھل کر احساس ہوا کہ ؎

اور کچھ دور کہ ٹوٹی ہے رہِ جور و ستم
اور کچھ دیر کہ ٹوٹا در زنداں یارو

جشن کے مہمان خصوصی جناب جوش ملیح آبادی تھے۔ کارروائی کا آغاز نگران کل پاکستان بزم منشور جناب ذکی عباس کی تقریر سے ہوا۔ جناب ذکی نے بزم کی تاریخ اور کردار و عمل پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا۔

"منشور کو نکلتے ہوئے تقریباً ساڑھے چار سال ہو چکے ہیں اور بزم منشور کے قیام کو اب ایک سال ہوا ہے۔ اس عرصے میں پیش آنے والے واقعات اس بات کے آئینہ دار اور غماز ہیں کہ ہم نے کس طرح رجعت پرست طاقتوں کا مقابلہ کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ ابھی ابھی بعض ساتھیوں نے مجھ سے کہا تھا کہ منشور کے خلاف اب بھی جو پراپیگنڈا بعض حلقوں کی جانب سے کیا جا رہا ہے اس کے متعلق کچھ کہیے۔ ہم نے کہا کہ ہمارے پاس اتنا وقت ہی نہیں کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر توجہ دیں۔ ہمیں دشمن نے جس مقابلے کی دعوت دی ہے اس کے لئے ہم نے خود کو پوری طرح تیار کیا ہے اور اب ہمیں ان چھوٹی چھوٹی جھڑپوں کا خیال ہی نہیں کرنا ہے کہ کسی اخبار میں مراسلہ آ رہا ہے یا کسی رسالہ میں منشور کے خلاف مضمون آ رہا ہے پھر کوئی نیا پمفلٹ اور ہینڈ بل نکالا جا رہا ہے۔ ہمیں یہ مقابلہ اپنے حساب سے کرنا ہے، اپنے ہتھکنڈے استعمال کرنا ہیں، اپنی صفیں اپنے آپ منظم کرنا ہیں۔ ہمیں جو لڑائی لڑنا ہے وہ دشمن کے حساب اور اس کی خواہش کے مطابق نہیں بلکہ اپنے حساب اور اپنے طور طریقے سے لڑنا ہے۔ کراچی میں جو صورت حال ہے اس سے تمام ساتھی باخبر ہیں۔ ہم نے محلے محلے میں بزم کی تنظیم کر لی ہے اور میں آپ کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں گا کہ ہمارے قریبی شہر حیدر آباد میں بھی بزم کی فعال تنظیم قائم ہو چکی ہے جس کی تنظیمی کمیٹی کے اراکین میں سے کچھ نمائندے آپ کی صفوں میں اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں۔

فی الوقت بزم منشور اپنی تنظیم کے ابتدائی مراحل سے گذر رہی ہے۔ ہمیں منشور کے قارئین کو منظم کرنا ہے۔ اس سلسلے میں جو مشکلات ہیں ان پر غور کرنے کے لئے مرکزی تنظیمی کمیٹی کی ایک میٹنگ ہوئی تھی اس میں ہم نے یہ بات پیش کی تھی کہ منشور چار سال سے زائد عرصے سے انتہائی شدید مالی دشواریوں کے باوجود صرف ۴ کی قیمت پر شائع ہو رہا ہے۔ حالانکہ اس عرصے میں تمام اخبارات و رسائل نے چار چار پانچ پانچ بار اپنی قیمتیں بڑھائی ہیں۔ ہم نے منشور کی قیمت بڑھانے اور قارئین سے سودے بازی کرنے کے بجائے اسی سابقہ قیمت پر منشور کو جاری رکھا ہے۔ ان حالات میں منشور کے اخراجات پورے کرنے خاصے دشوار

بزم منشور کے نگران اعلیٰ ذکی عباس صاحب اراکین بزم سے مخاطب ہیں

ثابت ہو رہے ہیں۔ تنظیمی کمیٹی کے ساتھیوں نے فیصلہ کیا تھا کہ کراچی کی بزم کے سالانہ اجلاس میں یہ بات پیش کی جائے، وہاں تمام اراکین موجود ہوں گے ہم بذات خود کوئی فیصلہ اس سلسلے میں نہ کریں۔ وہاں سے ہی یہ فیصلہ بھی ہونا چاہیے کہ بزم کو پاکستان گیر بنیادوں پر منظم کرنے کے لئے کون کون سے قواعد و ضوابط اور کیا دستور مرتب کیا جائے جس کے تحت بزم منشور کی کمیٹیاں مرتب ہو سکیں اور موجودہ اسقام دور ہو سکیں اور اس کے بعد اختلافات کا کوئی وجود ہی نہ ہو، ہمارے کام میں کوئی رکاوٹ ہی نہ ہو بلکہ ہم جتنی بھی تیزی اور اولوالعزمی سے اڑ سکتے ہیں اڑیں۔ اس سلسلے میں ساتھیوں کو دعوت عام ہے کہ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔"

جناب ذکی عباس کی تقریر کے بعد بزم منشور کراچی کے نگراں جناب شبّر اعظمی نے مزدور رہنما جناب ابن ایوب کو اظہار خیال کی دعوت دی۔ ابن ایوب صاحب نے کہا:

"میں ایک مزدور ہوں اور میں نے ایک مزدور کارکن کی حیثیت سے منشور کو دیکھا ہے۔ جب شروع شروع میں منشور مزدوروں کے سامنے پہنچا تو انھوں نے سخت حیرت کا اظہار کیا کہ یہاں ایک ایسی مضبوط مزدور تنظیم موجود ہے جو ایسا پرچہ نکال سکتی ہے۔ ہمارے ملک میں یہ ایک بڑی بھیانک حقیقت رہی ہے کہ اب تک مزدور تحریک کو اپنا کوئی صحیح ترجمان نہ مل سکا۔ نام ہوتا ہے مزدور یونین کا مگر اس میں ۱۰۰/۱ لیڈر ہوتے ہیں جن کو حکومت اور دوسرے ممالک کی مزدور انجمنیں تسلیم کرتی ہیں یا پھر امریکی سی آئی اے اور سرمایہ داروں کے ایجنٹ ہوتے ہیں۔ ان حالات میں ایک ایسے پرچے کا شائع ہونا جو واقعی مزدوروں کے مسائل سے متعلق ہو بہت بڑی بات ہے۔ مزدور تحریک کو منشور نے ایک اچھی زبان دی ہے ایسی زبان جو چمچہ گیری کا بھانڈا پھوڑتی ہے۔ منشور میں شائع ہونے والے مزدوروں کی تلاشی لی جاتی ہے کہ کہیں ان کے لباسوں میں منشور تو چھپا ہوا نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ منشور نے برائیوں کی شہ رگ پر نوک نشتر رکھ دی ہے۔ منشور نے اپنے اداریوں اور مضامین میں بارہا یہ مطالبہ کیا تھا کہ مزدور قوانین میں ترمیم کی جائے منشور نے ان جلسوں کا بھی پورا پورا حال شائع کیا جو مزدور قوانین میں ترمیم کے سلسلے میں منعقد ہوئے اور اب ان مزدور قوانین میں بھی ترمیم کی گئی ہے جو ان قوانین کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ میں ادارہ منشور کو اس کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں اور اس بات پر بھی کہ منشور نے ہی ترامیم کے بعد سب سے پہلے ان پر تنقید کی۔ بعض چھوٹی موٹی ترامیم سے مزدوروں کو کچھ فائدہ پہنچتا ہے مگر ان ترمیمات کے بعد اب انجمن سازی بالکل ہی ناممکن بن گئی ہے۔ اب مزدور اپنے مطالبات پیش کرنے کے قابل ہی نہیں چھوڑے گئے اس لئے کہ ان کی نمائندہ یونین ہی نہیں بن سکتی صرف پاکٹ یونین بن سکتی ہے۔ ان سب باتوں سے مزدوروں میں زبردست اکھاڑ پچھاڑ ہوا ہے اور اس اکھاڑ کے ساتھ ساتھ ان کے دلوں میں منشور کی عزت اور محبت بڑھی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ منشور کے تمام لکھنے والے اس پرچے کی معرفت مزدوروں کو وہ تمام چیزیں دیتے رہیں گے جن سے سرمایہ داروں کے ایجنٹ کانپ رہے ہیں۔"

جناب ابن ایوب کے بعد بزم منشور حیدر آباد کے نوعمر ساتھی جناب منیر الامام مالک پر تشریف لائے۔ انھوں نے کہا ——

"آج بزم منشور کی پہلی سالگرہ منانے کیلئے یہ جشن منایا جا رہا ہے۔ اس جشن کی مسرتوں کے ساتھ ہی ساتھ ہمارا مقصد یہ بھی ہے کہ ہم دیکھیں کہ ایک سال میں ہم نے منشور کے مقصد کو کتنا آگے بڑھایا ہے۔ جب ہم اس ملک میں شائع ہونے والے دوسرے رسائل و جرائد پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ پچھلے کچھ عرصے میں کتنے ہی پرچے دم توڑ گئے کچھ ٹرسٹ میں چلے گئے کچھ نے تجارتی اغراض کے تحت اپنا انداز بدل ڈالا۔ ان رسالوں نے ابتدا میں بڑے خوش آئند دعوے کئے تھے بڑے بلند بانگ نعرے لگائے تھے مگر ان کا ایک بھی نعرہ پورا نہ ہو سکا اور ان کا جو حشر ہوا وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ ان نامساعد حالات میں منشور کو کامیابی، جرأت اور بے باکی سے نکالتے رہنے والے ساتھی یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں۔ آج منشور ایک رسالہ ہی نہیں ایک تحریک بھی ہے جس کا نعرہ ہے "ادب برائے انقلاب"! اس تحریک کو زندہ رکھنا اور اس کے نعرے کو زندہ دینا اب ہمارا فریضہ ہے۔ حیدر آباد کی ادبی فضا ابھی سازگار نہیں ہے کہ وہاں ادبی پرچے نکلیں تاہم ہماری پوری پوری کوشش ہے کہ ہم حیدر آباد کے عوام تک منشور کا پیغام پہنچائیں اور منشور کو مقبول بنائیں۔ بزم منشور حیدر آباد اراکین منشور کی لڑائی اور جدوجہد میں اپنا بھرپور حصہ لینے کا عزم کئے بیٹھے ہیں۔"

اس کے بعد محترمہ شمیم صاحبہ کو دعوت تقریر دی گئی۔ شمیم صاحبہ نے جشن کی کامیابی پر اظہار مسرت کے بعد کہا۔

"عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ تحریکیں رسالے یا جریدے نکالتی ہیں مگر آج ہم نے دیکھا ہے کہ ایک جریدے نے تحریک کا آغاز کیا ہے۔ یہ رسالہ بالخصوص محنت کش طبقے کا ترجمان ہے اس محنت کش طبقے کا جس میں خوشحالی موجود نہیں۔ خوشحالی موجود نہ ہونے کے بھی اسباب ہیں اور آج ہم ان ہی پر سوچنے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ہم نے سوچا ہے کہ شعور اور ادراک کے ساتھ ساتھ عمل کی بھی ضرورت ہے۔ اس ملک کے محنت کشوں کو ایک ایسی تنظیم کی ضرورت ہے جہاں سے ہم پورے شعور پورے ادراک کے ساتھ منظم ہو سکیں۔ اور جو ہم کو شعور کے ساتھ ساتھ عمل کی بھی دعوت دے۔ میں آپ سب کو دعوت دیتی ہوں کہ آپ بزم منشور کے سرگرم اور فعال کارکن بنیے۔ مگر ساتھیو! ہم اس بات پر بھی غور کرتے ہیں کہ صرف یہاں جمع ہو جانے سے، صرف تقریریں کر لینے سے مسائل کا حل نہ نکلے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ تحریک اس وقت تک بیکار رہتی ہے جب تک ہم اسکو عمل کی قوت سے نہ ملائیں۔ جب ہم بزم منشور کی بات کرتے ہیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بزم منشور اس ملک کے دس کروڑ باسیوں کی ضرورت بھی ہے اور تاریخ کا ایک موڑ بھی"!

"منشور نے ایک ایسی تحریک کو جنم دیا ہے جس کے ذریعے ہم ان تمام ساتھیوں کو منظم کر سکتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک کے اندر اس وقت تک پیداواری قوتیں آزاد نہیں ہو سکتیں جب تک ملک میں جاگیرداری باقی ہے۔ ان تمام ساتھیوں کو بزم منشور دعوتِ عمل اور دعوتِ فکر دیتی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک میں مزدوروں کو اس وقت تک حق محنت نہ مل سکے گا جب تک وہ آزاد نہ ہوں گے جو یہ سمجھتے ہیں کہ کسانوں کو، جو زمین کھودتے ہیں اس وقت تک خوشحالی نصیب نہیں ہو سکتی جب تک ان کے پیروں میں پڑی ہوئی جاگیرداری کی زنجیریں نہیں کٹیں گی، جب تک سامراج کو کچل نہیں دیا جائے گا۔ جب تک بین الاقوامی ترسیم لیند لوڈے کا قلع قمع نہیں کر دیا جائے گا۔ اگر آج ہم یہاں مجتمع ہو سکتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ کل ایک ایک موڑ پر ہمارے قافلے بنتے چلے جائیں اور سرمایہ دار اور سامراجی یہ سمجھ لیں یہ قوت ہمارے شانے سے شانہ ملا کر چلنے کا ہی نام ہے۔ یہی منشور کی دعوت ہے جس پر ہم اور آپ آج یہاں آئے ہیں۔ کراچی کی سرزمین پر ایک شعور جنم لے رہا ہے اور منشور کے ذریعہ یہ شعور ملک بھر میں ابھرے گا۔ اسے ملک کے ایک ایک فرد تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ منشور ملک کے ایک ایک فرد کے ہاتھ میں جائے۔ مگر ابھی آپ نے سنا کہ منشور کو جاری رکھنے میں ہی کتنی دشواریاں ہیں۔ یہ اچھی بات ہے کہ چار آنے میں منشور نکالا جائے مگر ساتھیو! یہ بات ایک ایسے ملک میں آسان نہیں جہاں ملیں صاف شفاف کاغذ تو بنائیں مگر ہم اسکو خریدنہ پائیں۔ گذشتہ بیس سالہ حالات کی بزدلی ہمارے رگ و ریشے میں بس گئی ہے اس بزدلی سے آگے بڑھنے کا نام بزم منشور ہے۔ اس بزم کے قیام سے ہمارے اندر ایک ایسا شعور جاگا ہے جو ہم کو متحد کر رہا ہے اور ہم سے عمل کے ساتھ ساتھ قربانیوں کا بھی مطالبہ کر رہا ہے میں آپ سے کہتی ہوں کہ ہمیں منشور کو زندہ رکھنا ہے آپ اپنی جیبوں کی تنگی نہ دیکھئے، اپنے حالات نہ دیکھئے، ایک روپے یا ایک ہزار روپے سے منشور کی مدد کرنے کی بات نہیں ہے۔ آپ کی اعانت ایک پیسے سے ایک ہزار روپے تک اس بات پر ہوگی کہ کون ساتھی اپنی تمام مالی بدحالیوں کے باوجود اپنی جیبیں کاٹ سکتے ہیں۔ ملک میں ان لوگوں کو بھی زندہ رہنا پڑتا ہے جو بے روزگار ہوں ہمیں روٹی پانی خریدنا پڑتا ہے، دو گز کپڑا خریدنا پڑتا ہے ہمیں اپنے شعور کی منزل کے متعلق بھی سوچنا پڑے گا، ہمیں منشور کا پیٹ بھی بھرنا ہوگا۔ ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہمارے لئے روٹی ضروری ہے یا منشور!"

ملک پر سرمایہ داری جاگیرداری کا تسلط ہے۔ مختلف قسم کے انتشار لیند لوڈے اپنا کام کر رہے ہیں ملک میں کسی بچے کی تعلیم عورت کی عزت، مزدور کی محنت کی ضمانت نہیں۔ ہماری کوئی چیز محفوظ نہیں پھر کیوں نہ نڈر بن کر آگے بڑھیں، کیوں نہ بیس سالہ اندھیرے کو چیر دیں۔ دس کروڑ انسان اگر منشور کی آواز سن لیں تو زیادہ دن تک خوابیدہ نہیں رہ سکتے۔ وہ اٹھیں گے، گولیاں بھی انہیں نہ روک سکیں گی۔ ہمیں چیلنج قبول کرنا پڑے گا اور اس لڑائی میں وہی لوگ ہمارے ساتھ آئیں گے جو ہماری ہی طرح مصائب اور بے انصافی کا شکار ہیں۔ ہمیں اپنے محلوں اور گھروں میں منشور کا چراغ جلانا ہوگا۔ ہم جو خواب دیکھتے رہے ہیں اس کی تعبیر ملنے پر ہمارا ہی فائدہ ہوگا۔ اگر اس وقت ہم نے حقائق سے آنکھیں چرائیں۔ تو آنے والی نسلیں بھی انصاف نہ کر سکیں گے۔ میں آپ کو دعوت فکر و عمل دیتی ہوں۔ مایوسی ہمارے ملک کی تقدیر نہیں ہے۔ مایوسی دور کرنے کا تقاضہ ہے کہ ہم عمل کریں۔

"بزم منشور نوزائیدہ تحریک ہے۔ نوزائیدہ بچے کو پرورش کرنے کے لئے بڑی قربانیاں اور محنت درکار ہوتی ہے۔ میں آپ سے مطالبہ کرتی ہوں کہ منشور کو مالی دشواریوں سے نکالنے اور آئندہ بھی جاری رہنے میں غریب عوام تک پہنچنے کے قابل بنانے کے لئے عطیات دیجئے۔ آپ کا یہ عطیہ تاریخ پاکستان کا موڑ بننے والا ہے۔ یہ راہ کٹھن ضرور ہے مگر منزل دور نہیں۔ قانون فطرت ہے کہ اندھیرے کتنے ہی گہرے کیوں نہ ہوں اگر ہمارا عزم صمیم ہے تو ان اندھیروں کو مٹا دیں گے۔ آج یہاں جو سر نظر آرہے ہیں ممکن ہے کل وہ اس ملک کے دس کروڑ عوام کے لئے ایک نیا سورج ابھاریں۔"

محترمہ شمیم نے جس انداز میں شعور اور جذبات کو بیک وقت بیدار کیا تھا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ انکی تقریر کے درمیان ہی سے عطیات اسٹیج پر پہنچنے شروع ہو گئے۔ فنکاران منشور دولتمند نہیں بلکہ محنت کش بے زر طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد ہیں منشور کے لئے ان کا تن من، دھن جو کچھ بھی ان کے پاس ہے سب حاضر ہے چنانچہ شمیم صاحبہ کی تقریر کے اختتام کے بعد ہی مجموعی طور پر ایک سو بیس روپے سے زائد عطیات جمع ہو چکے تھے۔ اس طرح اراکین بزم منشور نے اپنے جذبۂ قربانی اور منشور دوستی کا ثبوت دیا جناب شبر اعظمی نے جمع شدہ رقم کا اعلان کیا جو بزم منشور کے نگران ذکی عباس صاحب نے حاضرین کی منشور دوستی کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں یہ یقین دلایا کہ جس طرح ان نقرئی اور طلائی پیمانوں سے آپ نے اپنے جذبات و احساسات کی پیمائش کی ہے اسی طرح ہم اراکین ادارہ اور دیگر کارکنان منشور بھی شمع منشور کو فروزاں رکھیں گے۔ جب تک ہماری رگوں میں خون گردش کر رہا ہے اور ہمارا جذبہ سلامت ہے منشور کا چراغ جلتا رہے گا۔

سلسلہ تقاریر کے بعد محفل شعر گرم ہوئی۔ سب سے پہلے مقبول پنجابی شاعر جناب غلام محمد ساجد نے اپنی نظم "مزدور میرے دیس دیا" پیش کی اس کے بعد حیدر آباد بزم منشور کے رکن نوجوان شاعر جناب احمد ضیاء نے ایک قطعہ اور ایک نظم بعنوان "ہم" پیش کی۔ پھر جناب نقاش کاظمی تشریف لائے اور انھوں نے مشینی دور سے متعلق اپنی طویل نظم "زنجیریں" سنائی جس کے بعد محترمہ شفیق بانو بریلوی نے ایک غزل

عطا فرمائی۔ ان کے بعد جناب جون ایلیا نے ایک قطعے سے سامعین کو نوازا۔

"ہمیں قبول ہے یہ بندشِ لب گفتار
خیال و فکر کی نعمت بھی چھین لی جائے
پر ایک شرط ہے وہ یہ کہ اہلِ دولت سے
یہ غضب کی ہوئی دولت بھی چھین لی جائے"

اور اس کے بعد اپنی مقبول نظم "دو آوازیں" پیش کی۔ جون صاحب کے بعد جناب انور افسر شعور اور پھر جناب قمری کانپوری نے اپنا کلام عطا فرمایا۔ مہمانِ خصوصی جناب جوش ملیح آبادی کو اپنی مصروفیات کی بناء پر والیسی کی عجلت تھی چنانچہ موصوف کو زحمت کلام دینے سے پہلے خالد حمیدی نے مائیک پر آکر کہا۔

"جوش صاحب کی ہستی کسی تعارف سے بالاتر ہے اس کے باوجود میں چند باتیں اس حقیقت کے پیشِ نظر کہنا چاہتا ہوں کہ موصوف کو جشنِ منشور میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے مدعو کیا گیا ہے۔ منشور جو ایک تحریک، ایک نظریے کا علمبردار ہے اس کی کسی محفل کسی تقریب میں کسی ہستی کو مہمانِ خصوصی کے طور پر مدعو کیا جانا ایک رسمی اور سرسری سی بات نہیں ہے اس کی اپنی جگہ ایک اہمیت ہے۔ آپ نے منشور کے ملیٹ فارم سے بار بار "ادب برائے انقلاب" کا نعرہ بلند ہوتا سنا ہے۔ قیامِ پاکستان سے پہلے جب ملک پر انگریزی سامراج مسلط تھا اس وقت جوش صاحب وہ پہلے شاعر تھے جنہوں نے برطانوی سامراج کے خلاف اپنی بھرپور نفرت کا اظہار اپنے کلام میں کیا اور آپ نے اس وقت ادب برائے انقلاب کا نعرہ بلند کیا تھا کہ جب اردو ادب اور اردو شاعری ادب برائے ادب اور ادب برائے زندگی کے مخمصوں میں گرفتار تھی۔ جب سامراج کی استحصالی زنجیریں برصغیر کے عوام کو جکڑے ہوئے تھیں اس وقت جناب جوش صاحب نے "میرا نعرہ انقلاب و انقلاب و انقلاب" کے آتشیں نغموں سے ان زنجیروں کو پگھلایا تھا۔ آج ملک آزاد ہو چکا ہے مگر اس کو انقلابی ادب کی ہمیشہ سے زیادہ ضرورت ہے ہمیں یقین ہے کہ جوش صاحب جو برطانوی سامراج کے دور میں اردو شاعروں کے قافلہ سالار رہے ہیں آج بھی امیرِ کارواں نہ سہی اس ملک کے شعراء کی رہنمائی کریں گے۔ جوش صاحب آج ضعیف ہو چکے ہیں مگر جس جوش اور جذبے سے انھوں نے جشنِ منشور میں شرکت منظور فرمائی ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ موصوف ہر ہر قدم پر بزمِ منشور کے ساتھ ہیں، ادب برائے انقلاب کے نظریے کے ساتھ ہیں اور ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ جناب جوش کے کلام میں ایک بار پھر وہی انقلابی جوش و جذبہ ابھرے گا جو قیامِ پاکستان سے قبل نظر آتا تھا۔"

ادارۂ منشور کی درخواست پر منشور کے آرٹسٹ جناب جلال کی بنائی ہوئی جوش صاحب کی ایک پورٹریٹ پر جناب جوش نے اپنے آٹوگراف دیئے اور اپنا مقبول مصرعہ "میرا نعرہ انقلاب و انقلاب و انقلاب" خود تحریر فرمایا محفل کا ماحول، حاضرین کا جوش و خروش یہ تمام ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے جناب جوش کو خاصا متاثر کیا اور جب وہ اپنا کلام پیش کرنے کے لئے سامنے تشریف لائے تو ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ جوش صاحب کو جشنِ منشور میں سننے والے بعض حضرات نے کہا کہ

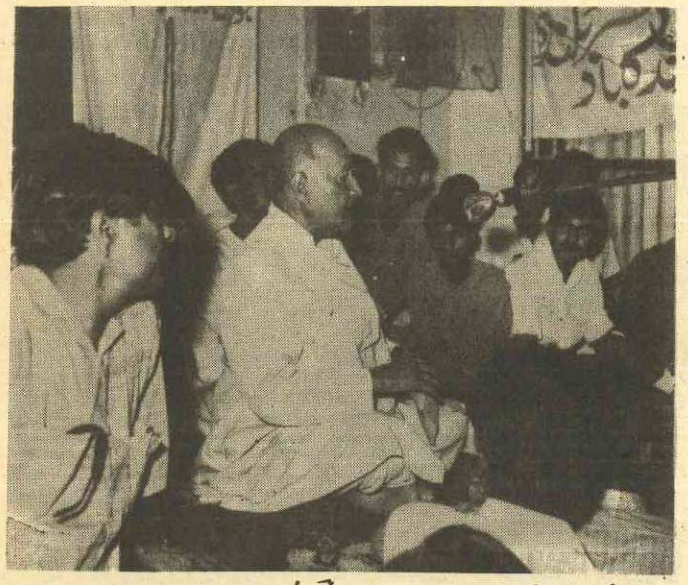

شاعرِ انقلاب حضرتِ جوش ملیح آبادی
اپنا کلام پیش کر رہے ہیں

جوش صاحب کو اس سے پہلے کسی عوامی محفل میں اتنے اچھے موڈ میں شاذ و نادر ہی دیکھا گیا ہوگا۔ جوش صاحب نے پڑھا اور خوب پڑھا۔ انھوں نے اپنی ایک نظم "منشور" کے ہی نام سے سب سے پہلے پیش کی اور اس کے بعد قطعات عنایت فرمائے۔ انتخاب حسبِ ذیل ہے:

آتی رہیں گی جتنی حوادث کی آندھیاں
اپنے دیئوں پہ ان کو نچاتے رہیں گے ہم

جب تک ہے اس زمیں پہ وجودِ گداو شاہ
ہاں آسمان سر پہ اٹھاتے رہیں گے ہم

اتنا نہ آسمان سے شرما کہ اے زمیں
تجھ کو دلہن کی طرح سجاتے رہیں گے ہم

ہاں قامتِ سیاہ سلاطین کے سامنے
دار و رسن کے شہر بساتے رہیں گے ہم

تنکوں سے کاٹ دیں گے شراروں کی گردنیں
شاخوں کو بجلیوں پہ گرانے رہیں گے ہم

جب تک کھڑے ہیں شیش محل اس زمیں پہ
کھیتوں میں پتھروں کو اگاتے رہیں گے ہم

رکتی ہے جن کے رعب سے خلقِ خدا کی سانس
طاقوں سے ان بتوں کو گراتے رہیں گے ہم

پامال ضیائے نیک نامی نہ کرو
ارباب کرم سے بد کلامی نہ کرو
روٹی دیتے ہیں تم کو ہم اے حکام
دیکھو ہم سے نمک حرامی نہ کرو

مزدور کی اجرت کو گھٹانے والو
اوقات جفاکشی بڑھانے والو
ہم خوب سمجھتے ہیں تمہاری چالیں
محنت کے تقدس کو جتانے والو

جوش صاحب واپسی کے لئے اٹھے تو حاضرین نے شاعرِ انقلاب زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے ان کو رخصت کیا۔ آپ کی واپسی کے بعد محفل شعر دوبارہ گرم ہوئی۔ اس نشست میں جناب شاہد علی رعنا، جناب شبر اعظمی۔ خالد حمیدی، جناب حاجی عدیل، جناب واحد بشیر، جناب سعید رضا سعید اور جناب کرار نوری نے اپنے کلام سے سامعین کو نوازا۔ انھوں نے سامعین کے اصرار پر اپنی مشہور نظم "بغاوت" بھی سنائی اور زبردست تحسین حاصل کی۔

جناب کرار نوری کے کچھ اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

کچھ لوگ جا رہے تھے سحر کی تلاش میں
ہم آفتاب لے کے سرِ شام آ گئے

افکار نو بہ نو کو قلمکار چاہیئے
پھر زندگی کو قوت اظہار چاہیئے
گلچیں سے اور تحفظ گلشن پہ گفتگو
اے عندلیب جرأت انکار چاہیئے

حکم تازہ ہے کہ فتنے کو بھی فتنہ نہ کہوں
جیسا دیکھا ہے سنا ہے اسے ویسا نہ کہوں
میرے چپ رہنے سے کیا بات سنور جائیگی
لوگ خود بھی تو سمجھتے ہیں کہوں یا نہ کہوں
حسن غمزے سے چھپا عشق فراموش ہوا
ایسے حالات میں کیا شعر بھی سچا نہ کہوں

محفل شعر کے بعد بزم منشور کراچی کے نگراں جناب شبر اعظمی نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور محفل کے اختتام کا اعلان کیا۔

فلک شگاف نعروں کے ساتھ جوش و خروش اور عزم و ولولے کا یہ عظیم مظاہرہ یہ جشن منشور اختتام کو پہنچا رہا تھا تو جشن منشور کی رسمی کاروائی اختتام پذیر ہو گئی مگر اس اجتماع سے اٹھکر جانے والے اراکین بزم ایک نیا عزم اور نیا شعور لیکر گئے تھے۔ یہ نیا عزم، ان ارادوں اور حوصلوں سے عبارت تھا جو بڑے بڑے طوفانوں کا رخ پھیر دیا کرتے

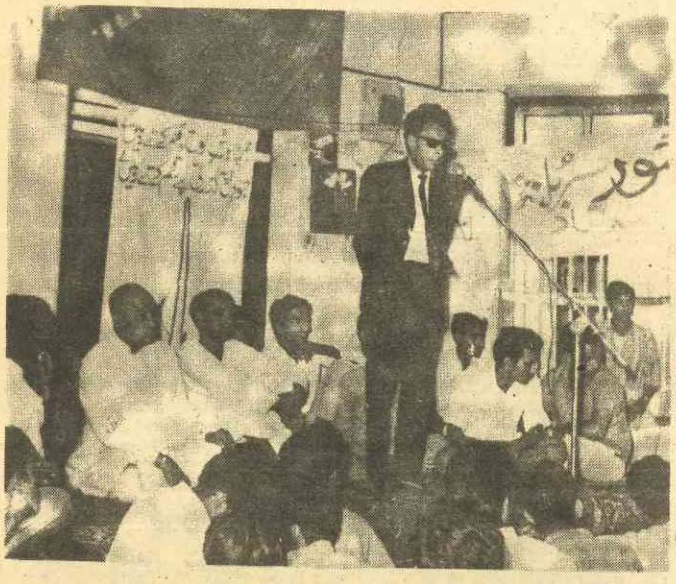

جون ایلیا۔ اپنی مشہور نظم "دو آوازیں" سنا رہے ہیں (دائیں سے بائیں بیٹھے ہوئے) بزم منشور حیدر آباد کے نگران حاجی عدیل۔ بزم منشور کراچی کے نگراں شبر اعظمی۔ بزم منشور ڈرگ کالونی کی مقامی تنظیم کے رکن شبیہ عباس۔ بزم منشور پی آئی اے کی مقامی تنظیم کے نگران اقبال صدیقی۔ مدیر منشور سبط اختر۔ کرار نوری مہمان خصوصی حضرت جوش ملیح آبادی۔

ہیں اور یہ نیا شعور مشرق کی شفق رنگ فضاؤں میں ضیا بار اور سورج سے بڑے اس ذہن کا مرہون منت تھا جس کی نظریاتی کرنوں نے رجعت پرستی، موقع پرستی اور ترمیم پسندی کے گھٹا ٹوپ اندھیارے کو چیر کر رکھ ڈالا ہے۔

بزم منشور کی

ادبی تنقیدی نشست

بتاریخ ——— ۲۶ مئی ۶۸ء

بروز ——— اتوار

بوقت ——— ۴ بجے شام

بمقام ——— ۱۴۸ - شمبھو ناتھ روڈ۔ صدر کراچی

اراکین بزم منشور سے شرکت کی درخواست ہے۔

محمد ظفیر ندوی

(قسط ۲)

سوئیکارنو

انڈونیشیا کا معمارِ اوّل

میں بہت تیز لہجہ میں گفتگو کر رہا تھا خوف ذرہ برابر نہ تھا میں جانتا تھا کہ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے البتہ میں مایوس بہت تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں جانتا تھا کہ اس وقت ان پر کوئی دلیل کارگر نہیں ہوگی ان کے نزدیک یہ حُبِ وطن کا سب سے بڑا مظاہرہ تھا اور ان سب لوگوں نے جذبات سے سرشار لہجہ میں کہا

"وقت آگیا ہے۔ یہی وہ وقت ہے جس کا ہمیں انتظار تھا"

اور آخر نتیجہ وہی نکلا جس کا وہ فیصلہ کر چکے تھے صبح کا دھندلکا پھیلنے سے پہلے میں فاطمہ وتی کو لینے کے لئے اندر گیا۔ وہ ننھے گنتر کو گود میں لئے بیٹھی تھی میں نے اسے فوراً کپڑے تبدیل کرنے کے لئے کہا۔ اس نے کوئی سوال نہ کیا اور فوراً کپڑے تبدیل کرنے چلی گئی۔

ایک نوجوان نے مجھ سے کہا:

"اس وقت اگر کسی جاپانی نے کسی شہری کو گاڑی چلاتے ہوئے دیکھ لیا تو فوراً گولی مار دیں گے لہٰذا آپ یہ وردی پہن لیجئے"

اور انھوں نے مجھے ایک وردی دیدی۔ وردی بالکل مکمل تھی اس میں بوٹ اور ہیٹ بھی شامل تھے۔

میں نے اپنی وردی اپنے جسم پر چڑھائی۔ وردی بہت مختصر تھی لیکن اس وقت میرے سامنے کوئی اور راہ نہ تھی میں نے ان کو بہت سمجھایا کہ ان کا منصوبہ بہت کمزور ہے۔ لیکن وہ نہ مانے۔ وہ تو بس انتہائی جوشیلے مہم جوؤں کی طرح کام کر رہے تھے۔

سوئیکارنو کی ذات ابھی قصۂ پارینہ نہیں ہوئی یہ کل ہی کی بات ہے کہ وہ سامراج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جبر و استبداد کی قوتوں سے پنجہ لڑا رہا تھا۔ ابھی دنیا یہ بھی نہیں بھولی ہے کہ سوئیکارنو نے کس طرح نوآبادیاتی طاقتوں کا سر کچل کر اپنے ملک کے لئے آزادی اور خود مختاری حاصل کی تھی ہمیں یہ بھی یاد ہے کہ ستمبر ۶۵ء میں جب امریکی سامراج کے اشارے پر اس کے حاشیہ بردار ملک بھارت نے ہمارے پاک سرزمین کی طرف آنکھ اٹھائی تھی تو انڈونیشیا کے اس فرزند سوئیکارنو نے ہماری حمایت میں اپنی گرجدار آواز بلند کی تھی تاریخ بلندی و پستی کی داستانوں سے بھری پڑی ہے آج سوئیکارنو اس جگہ نظر نہیں آتا جہاں سے گرج گرج کر اس نے سامراج کے بوسیدہ ایوانوں کی بنیادیں ہلا ڈالی تھیں مگر جب تک تاریخ زندہ ہے تاریخ کا مطالعہ کرنے والے تاریخ کے اوراق کو الٹتے رہیں گے جن پر سوئیکارنو کی قیادت میں انڈونیشیا کی تحریک آزادی کی کامیابی اور کامرانی کے نشان ثبت ہیں ——!

ذیل میں اس عظیم سوئیکارنو کی خود نوشت سوانح عمری کے چند منتخبہ اوراق ہیں جو قسط وار پیش کئے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

ہم مکان سے نکلے ایک موٹر پر دو کاریں کھڑی ہمارا انتظار کر رہی تھیں اگلی گاڑی میں ان کا دوسرا قیدی ہٹیا بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر سخت ناگواری کے اثرات ہویدا تھے اور دوسری گاڑی میں چند سپاہی اور خوراک کے ڈبے بھرے تھے۔

جب ہم بوگور سے گزرے تو میں نے اپنی منزل کے متعلق اندازہ لگانا شروع کیا لیکن کسی نے نہ بتایا کہ آخر ہم جا کہاں رہے تھے ہماری منزل کیا تھی۔

ایک مخصوص اور پہلے سے طے شدہ علاقے میں پہنچ کر جہاں جاپانی فوجیوں کی موجودگی کا کوئی احتمال نہ تھا ہم ان کاروں سے نکل کر ایک ٹرک میں بیٹھ گئے۔

وہ ٹرک کیا تھا لوہے کا ایک بڑا سا پنجرہ تھا۔ یہ ٹرک جبارنہ گیرنین کا تھا سوکرنی نے فخریہ لہجہ میں کہا ہم اپنی منزل تک صرف ایک فوجی ٹرک ہی میں جا سکتے ہیں اسی لئے ہم نے اس ٹرک کا انتخاب کیا ہے۔

صبح ۹ بجے کے قریب ہم لوگ رین گاس ڈین کلاک کے دورافتادہ قصبہ میں پہنچے ہم وہاں ایک کھیت کے عین وسط میں ٹرک سے اترے اس کھیت میں ایک طرف بانسوں سے بنی ہوئی ایک جھونپڑی تھی ہم سب چپ چاپ اس کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

دوپہر کے وقت یہ لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ جگہ بھی غیر محفوظ ہے لہذا ان لوگوں نے ہمیں ایک قریبی مسجد میں عارضی طور پر منتقل کر دیا جب کسی قسم کا خطرہ نہ رہا تو وہ ہمیں دریا کے نزدیک ایک معمولی سے مکان میں لے گئے نوجوانوں کا سربراہ اندر داخل ہوا اور چند منٹ کے اندر اندر اس مکان کا مالک اپنی بیوی اور سات بچوں سمیت نہایت اطاعت گزار انداز میں مکان سے نکل گیا۔ انھوں نے اپنے بستر بھی لپیٹ رکھے تھے۔

"یہ لوگ کہاں جائیں گے۔"

میں نے سوال کیا۔

"اپنے بڑے بیٹے کے گھر میں اس سے پہلے ہی معاملہ طے کر چکا ہوں"

سربراہ نے کہا۔

میں اس مکان میں داخل ہو گیا۔ میں نے صرف یہی سوال کیا۔

"آخر اس مکان میں کونسی ایسی خصوصیت ہے؟"

جواب ملا۔

"یہ مکان واحد مکان ہے جو گیرین کے نزدیک ہے اور اس میں اتنی گنجائش بھی ہے کہ ہم اور آپ اس میں آسانی سے سما سکتے ہیں۔"

میں نے ادھر ادھر دیکھا تقریباً ایک درجن مسلح نوجوان نہایت مستعد انداز میں کھڑے تھے انکی رائفلوں میں سنگینیں بھی نصب تھیں اور ایک درجن کے قریب سڑک پر کھڑے تھے۔

اسی شام افطاری کے بعد احمد سوبار جو سوئیکارنو کے پاس پہنچے وہ انہیں واپس لینے آئے تھے جکارتہ میں جب آزادی کی تیاریوں کے لئے اجلاس شروع ہوا تو سوئیکارنو کو غیر موجود پاکر ہر شخص پریشان ہو گیا اور اس کمیٹی نے اس وقت تک کوئی بھی قدم اٹھانے سے انکار کر دیا جب تک کہ سوئیکارنو موجود نہ ہوں اور آزادی کی رہنمائی قبول نہ کر لیں۔

بالآخر سوبار جو کو سوئیکارنو کو واپس لانے کے لئے منتخب کیا گیا۔ ان کے جو شیلے حریت پسندوں سے گہرے تعلقات تھے۔ افطاری کے پندرہ منٹ کے بعد تین کاریں آگے پیچھے جلوس کی صورت میں جکارتہ روانہ ہو گئیں۔

سوئیکارنو کا قافلہ جب جکارتہ میں اپنے مکان کے سامنے رکا رات نصف بیت چکی تھی اور ۱۷ اگست جمعتہ الوداع کی مبارک صبح طلوع ہونے والی تھی۔ لوگوں کا جم غفیر اپنے محبوب رہنما کا استقبال کرنے کے لئے موجود تھا اور بار بار پر جوش نعرے لگا رہا تھا۔

ادھر جاپانی کمانڈر کرنل نشی مورا نے سوئیکارنو کو آگاہ کیا کہ جنگ کا پانسہ پلٹ چکا ہے جاپانیوں کے پاس کوئی طاقت و اقتدار نہیں ہے اور اس وقت اس ملک میں جاپانیوں کی اتحادیوں کی پولیس کی سی حیثیت ہے افسوس ہے کہ جاپان اب انڈونیشیا کو آزادی دینے کا وعدہ پورا نہیں کر سکتا وجہ یہ ہے کہ جاپانی اب موجودہ نظام میں کسی تبدیلی کے مجاز نہیں ہیں اور تازہ فیصلے کے مطابق اس ملک کو اسی حالت میں اتحادیوں کے سپرد کرنے پر مجبور ہیں۔

انڈونیشیا تاریخ کے انتہائی نازک موڑ پر کھڑا تھا۔ وقت کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھا سوئیکارنو نے اعلان آزادی کا فیصلہ کیا۔ اگر جاپانیوں کی سنگینوں سے چند انڈونیشی شہید بھی ہو جاتے تو بھی یہ آزادی مہنگی نہیں تھی ان نئے غاصبوں کی کمر ٹوٹ چکی تھی نئے غاصبوں کی آمد سے پہلے پہلے ہزاروں جزیروں پر مشتمل اس ملک کی قسمت کا فیصلہ از بس ضروری تھا۔ سوئیکارنو نے اپنے دوستوں سے کہا۔

"اب ہمیں آزادی کا اعلان کر دینا چاہیے۔"

ایک نے فوراً ہی ایک سادہ سا کاغذ سوئیکارنو کے سامنے بڑھا دیا۔ اس پر نیلی سطریں تھیں اور یہ اسکول کے طالب علم کی کسی کاپی سے پھاڑا گیا تھا سوئیکارنو کو یہ بھی یاد نہیں کہ وہ عظیم اور خوش نصیب کون شخص تھا جس نے آزادی کا یہ پروانہ لکھنے کے لئے کاغذ دیا تھا۔ سوئیکارنو نے فوراً ہی کاغذ کے ایک معمولی ٹکڑے پر لکھا۔

ہم انڈونیشی عوام، انڈونیشیا کی آزادی کا
اعلان کرتے ہیں۔ انتقال اختیارات و اقتدار
اور دوسرے امور سے متعلق معاملات ایک منظم
اور مضبوط طریقے سے کم سے کم مدت میں طے کئے
جائیں گے

دستخط

سوئیکارنو

اعلان آزادی پر دستخط دوپہر کے بعد ہوئے اور شام گئے سوئیکارنو اپنے گھر پہنچے تو وہ بخار میں بھن رہے تھے۔ فاطمہ وتی نے ٹمپریچر دیکھا تو ایک سو چار درجے تھا۔ لیکن وہ رات تو آزادی کی رات تھی پوری قوم کی قسمت کا تعویا آرام سے کیسے بیٹھ سکتا تھا۔ فاطمہ وتی کے بار بار اصرار کے باوجود انھوں نے ایک لمحے کے لئے بستر پر ٹیک نہیں لگائی اور تیز بخار میں بھی کرسی پر بیٹھے، میز پر جھکے۔ مختلف جزیرو کے رہنماؤں کو ہدایات لکھتے رہے کہ کس طرح انھوں نے تربیت یافتہ نوجوانوں کو ملک کے دفاع کے لئے تیار رکھنا ہے اور گاؤں تک کی سطح پر حکومت کے اختیارات کس طریقے سے استعمال کرنے ہیں، ہر ہدایت نامے میں یہ بھی درج تھا کہ

"کل آپ ریڈیو پر یہ خبر سنیں گے کہ ہم اب ایک آزاد
قوم ہیں۔ آپ یہ سنتے ہی فوراً اپنے علاقے کے شہروں میں
آزادی کی کمیٹیاں قائم کر لیں۔"

رات بیت گئی، سوئیکارنو بخار میں جلتے رہے۔ اعلان آزادی کی تیاریاں کرتے رہے دور دراز علاقوں کے سربراہوں کو خطوط لکھتے رہے اور جلد از جلد متعلقہ افراد تک پہنچانے کے لئے ہرکاروں کو دوڑاتے رہے آخر سوئیکارنو نڈھال ہو کر بستر پر گر پڑے فاطمہ وتی نے اندر سے دروازہ بند کر لیا کہ یہ عظیم رہنما کچھ تو آرام کرے۔

انڈونیشیا کے افق مشرق پر آزادی کا پہلا سورج طلوع ہوا تو لوگوں کا ہجوم سوئیکارنو کے مکان کی طرف دوڑ پڑا۔ ان کے ہاتھوں میں بانسوں کے بلم، بھالے بیلچے، لاٹھیاں تھیں انہیں خدشہ تھا کہ جونہی سوئیکارنو اعلان آزادی کریں گے ممکن ہے جاپانی مزاحم ہوں۔ لوگ یہ ہلکے پھلکے ہتھیار اپنے آہنی عزم کے ساتھ اپنے سوئیکارنو کی حفاظت کے لئے لے کر آئے تھے سوئیکارنو نے ان الفاظ میں اس ہیجان خیز منظر سے پردہ ہٹایا ہے۔

باغی نوجوانوں کا وہ دستہ جو گذشتہ ایک ہفتہ سے سخت بے چینی اور انتشار کا شکار رہا تھا۔ اب مستعد تھا۔ ہر وقت تیار اور ہوشیار میرے گھر تک آنے والی ہر سڑک اور ہر گلی پر مسلح پہریدار موجود تھے یہ لوگ وہی نوجوان فوجی تھے جنہوں نے جاپانیوں سے فوجی تربیت حاصل کی تھی ان نوجوانوں کو جو فوجی تربیت پا چکے تھے مسلح ہو جانے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ جو ڈوکے پانچ باہروں کو میری ذات کی حفاظت کے لئے متعین کر دیا گیا تھا یہ لوگ صبح نو بجے پہنچے اور ان کو سنکڑوں افراد کے درمیان سے گزر کر مجھ تک پہنچنا پڑا، منہ در منہ اعلان آزادی کی خبر ہر طرف پھیل چکی تھی۔ کچھ طلباء نے اعلان آزادی کے متعلق ہینڈ بل بھی چھاپے تھے اور صبح ہوتے ہوتے یہ ہینڈ بل دیواروں پر چسپاں بھی کر دیئے گئے تھے۔ تی تقیم

کئے جا رہے تھے۔ سڑکوں پر، ریل گاڑیوں میں ہر جگہ وہ تمام راستے جو میرے مکان کی طرف آتے تھے۔ لوگوں سے پٹے پڑے تھے۔

آزادی کا اعلان بھرے مجمع میں پڑھا جائے تو ظاہر ہے اعلان آزادی کوئی شخص تنہا تو نہیں کر سکتا اس کے لئے سامعین کی ضرورت ہے دوپہر کے وقت میرے مکان کے سامنے جم غفیر جمع ہو چکا تھا۔ فاطمہ دتی میری چارپائی کے پاس بیٹھی تھی۔ اس نے مجھے جگایا۔ میرا رنگ اس وقت زرد ہو رہا تھا اور بخار میں میرا جسم پھنک رہا تھا۔

"اٹھئے اٹھئے اب آزادی کا اعلان کیجئے۔ باہر لوگ چیخ رہے ہیں ہر شخص پکار رہا ہے کہ اعلان آزادی پڑھئے جلدی کیجئے لوگ بہت بے تاب ہیں۔"

فاطمہ نے کہا۔

اگرچہ میری حالت سخت خراب تھی لیکن میں نے اپنے حواس پر قابو رکھا میں نے کہا۔

"ہٹیا اس وقت موجود نہیں ہے اور میں ہٹیا کی موجودگی کے بغیر اعلان نہیں پڑھوں۔"

تاریخ کے اس نازک ترین لمحہ میں سوئیکارنو اور انڈونیشی عوام ہٹیا کے منتظر تھے تقریب بہت سادہ تھی میں اس مائیکروفون کی طرف بڑھا جسے یہ نوجوان فوجی جاپانی ریڈیو اسٹیشن سے چرا کر لائے تھے اور پھر بڑے جذباتی انداز میں اور جمے جمے ہجے میں میں نے آزادی کا اعلان لوگوں کو سنایا۔ میری بیوی نے کپڑے کے دو ٹکڑوں سے ایک پرچم تیار کیا تھا۔ ایک ٹکڑا سفید تھا۔ دوسرا سرخ اس نے یہ دونوں کپڑے اپنے ہاتھ سے سئے تھے یہ ہماری جمہوریہ کا پہلا سرکاری پرچم تھا۔ اور ہمارے پرچم کا مستول بانس کا وہ ٹکڑا تھا جس کو تھوڑی ہی دیر پہلے زمین میں گاڑا گیا تھا۔ یہ بانس بہت معمولی تھا اور زیادہ اونچا بھی نہ تھا۔

ہمارا یہ پرچم۔ ہماری آزادی کا نشان ساڑھے تین سو سال بعد پہلی مرتبہ لہرایا تھا۔ کوئی موسیقی نہ تھی کوئی بینڈ نہ تھا۔ پرچم بلند ہونے کے بعد ہم سب نے بیک آواز "انڈونیشیا رایا" گایا۔

"شکر ہے اس ذات باری تعالیٰ کا کہ ہماری جمہوریہ کا پھریرا لہرا چکا ہے۔"

میں نے اپنے دل میں کہا اور پھر دعا مانگی

"یا اللہ اگر یہ پرچم کبھی سرنگوں ہوا تو اس وقت ہمارے کروڑ عوام مر چکے ہوں گے یا اللہ تو ہمارے دلوں میں ہمارے انقلاب کا یہ اصول ہمیشہ برقرار رکھ کہ:۔

ایک مرتبہ آزاد ہوئے۔ ہمیشہ کے لئے آزاد ہوئے۔"

سارا شہر آزادی زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا، سوئیکارنو بخار میں ابھی تک بھن رہے تھے تھوڑی دیر کے لئے اندر آکر لیٹ گئے اور پھر سوئیکارنو کے الفاظ میں۔

"میں نے دروازے پر دستک سنی پرسنل سیکریٹری نے اطلاع دی کہ جاپانی افواج کے پانچ آدمی اندر آچکے ہیں وہ آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں نے ان کا راستہ روک رکھا ہے میں باہر آیا تو میرا سامنا جاپانی جیف سے ہوا وہ سخت برہم تھا۔"

(باقی آئندہ)

سبطین تقوی

مزدور اتحاد

یہ اتحاد مبارک ہو دوستو تم کو
کہ اتحاد ہے دراصل روح بیداری
یقیں جانو کہ دولت کے دیوتاؤں پر
تمہاری قوت و عظمت کا خوف ہے طاری

فضائیں گونج رہی ہیں تمہارے نعروں سے
لرز رہے ہیں ہر ایوان کے بام و در دیکھو
سسک رہی ہے شب غم کی ظلمت سفاک
افق سے جھانک رہی ہے نئی سحر دیکھو

بتا دو اب یہ اندھیرے کے دیوتاؤں کو
کفن بدوش ہیں پھر آج روشنی کے نقیب
جکڑ سکے گی نہ زنجیر آہنی ان کو!
کہ ان کو فکر اذیت ہے اور نہ خوف صلیب

ذرا سی جرأت رندانہ چاہئے یارو
قریب منزل مقصود آچکے ہو تم
سمجھ رہے ہیں فراعین عہد حاضر بھی
کہ ذہن عالم انساں پہ چھا چکے ہو تم

مئی ۶۸ء

نعیم آروی

مقتل خون ہے

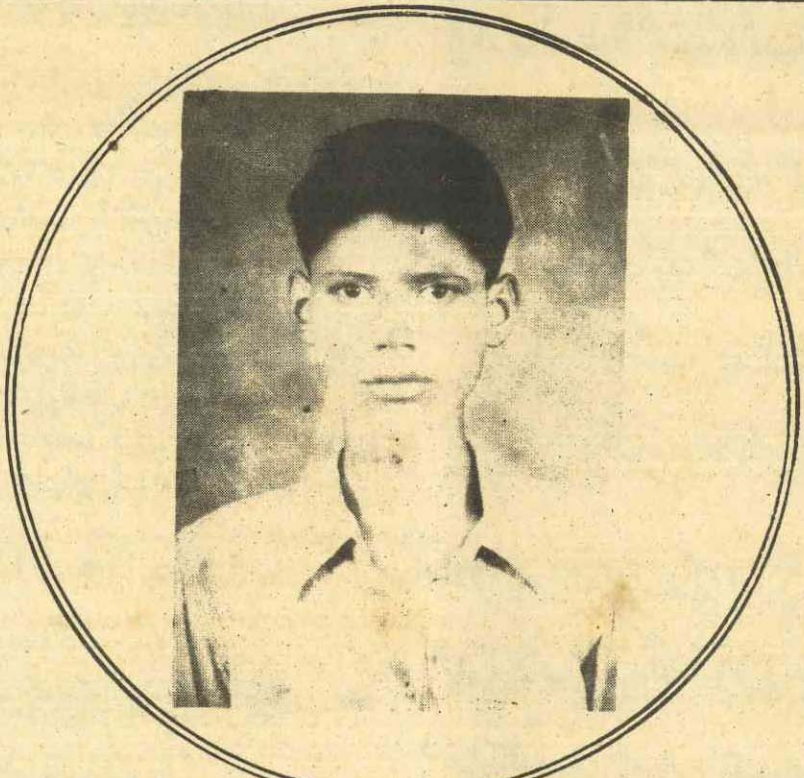

پھر یوں ہوا کہ میں ایک بے جان، بے حس پتھر کے مجسمے کی مانند، لاتعلق تماشائی کی طرح کھڑا کھڑا وہ سب کچھ دیکھتا رہا جس کے دیکھنے میں کوئی قیمت ادا نہیں کرنی پڑتی، میری طرح ہزاروں تماشائی، بالکونی کے اوٹ، گلیوں کے نکڑ، روشندانوں اور کواڑوں کی جھریوں سے لہو کا وہ رنگین تماشا خاموشی سے دیکھتے رہے جس میں کھیل دکھانے والوں کو اپنی جانوں سے گزرنا پڑا۔ انہیں اپنے سینوں میں فولاد کی گولیاں اتارنی پڑیں، انہیں تماشائیوں کی پرجوش تالیوں اور واہ ـــــ واہ کا کچھ خیال نہ تھا، انہیں تو تمام داد تحسین سے بے پرواہ ہو کر اس خونی ڈرامے کو نقطۂ عروج تک پہنچانے کے لئے اپنی جانوں سے گزرنا تھا، اور وہ آنکھیں موندے صلیب دار کی تمام آزمائشوں سے گھڑی بھر میں گزر گئے، لہو کے سمندر کو پلک جھپکتے عبور کر گئے جس کی پرورش میں وقت کو کڑے کوسوں کی مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ فیصلہ کرنے والے آن کی آن میں فیصلہ کرتے ہیں، جان دینے والے جری سپاہی لمحوں میں اپنے عظیم مقصد پر جان دیتے ہیں کہ وہ صداقت، دیانت، نئی زندگی، نئی روشنی کے امین ہوتے ہیں، وہ اپنے متحرک، زندہ جسموں کو قربان کر کے اور تازہ تازہ لہو کی سرخیاں اچھال کر آنے والی صبح کو رنگین بناتے ہیں، کہ ـــــ

ہمارے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہے"

وزیر علی ـــــ وزیر علی، میں نے تمہیں رائفل کی گولی کھا کر مرتے نہیں زندہ ہوتے دیکھا ہے، میں نے تمہیں گولی کھا کر زمین پر گرتے ہوئے دیکھا ہے، اور تمہاری موت کی آخری تڑپ میں زندگی کا وہ رنگ، وہ روپ، وہ شوبھا اور جیک دیکھی ہے جس پر موت کی سیاہ تاریکی بھی فتح حاصل کرنے میں ناکام ہو گئی تھی، ہاں میں نے موت کو شکست کی ذلت اور زندگی کو فتح کا وقار نصیب ہوتے دیکھا ہے، بھلا میں ہزاروں بے جان، بے حس تماشائیوں کی طرح کیونکر کہہ دوں کہ تم مر گئے، تم تو امر ہو گئے، تمہیں تو وہ زندگی حاصل ہو گئی جو زندگی شکاگو کے شہیدوں کو پھانسی کے پھندے چوم کر۔ کسی نے شکاگو کی سڑکوں

پر جان دی اور کسی نے منگھوپیر کی اس سنسان سڑک پر جس کے اطراف جوش و جذبہ سے معمور ہزاروں مزدور سینہ تانے آگے بڑھ رہے تھے۔

وہ خوفزدہ نہیں تھے کیونکہ ڈرتے تو وہ ہیں جن کے چہروں پر جھوٹ کی سیاہی اور سینوں کے اندر دھڑکتے ہوئے دلوں میں کھوٹ کی ملاوٹ ہوتی ہے، مگر تم تو خوفزدہ نہ تھے، تمہاری طرح تمہارے دوسرے ساتھی تو خوفزدہ نہ تھے، اور دلوں میں آنے والی صبح کا جوش، ولولہ اور ہنگام تھا بھلا تم ——— اور تمہارے جیالے ساتھی کیونکہ ڈرتے۔ کیسے مرتے۔

وزیر علی ولد شیر علی، تم مجھے آج بھی یاد آتے ہو، کل بھی یاد آؤ گے اور جب تک ہم زندہ رہیں گے تم بہت یاد آؤ گے، مجھے یکم مارچ ۱۹۶۳ء کی دھواں دھواں سی شام اور منگھوپیر کی وہ سنسان سڑک آج بھی جوں کی توں یاد ہے، کیسی ویرانی اور موت کی خاموشی برس رہی تھی، تم شاید بسم اللہ ہوٹل کے قریب ہی کھڑے تھے، تمہاری طرح تمہارے دوسرے جیالے ساتھی بھی، دہشت سے سہمی سکڑی ہوئی سڑک پر موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے زندگی ——— زندگی ——— نئی زندگی پکارتے پھر رہے تھے، رائفل اور بندوقوں کی نالوں سے نکلی ہوئی فولاد کی گولیاں محنت کشوں، مزدوروں، فاقہ مستوں، بے حال انسانوں کے سینوں میں اتر اتر کر موت کا نہیں زندگی کا سودا کر رہی تھیں۔ بھلا وہ منظر میں کیسے بھلا سکتا ہوں جس نے مجھ جیسے بے حس انسان کی رگوں میں بھی زندگی کی برقی لہر دوڑا دی تھی ——— میں نے بڑے بورڈے بسم اللہ ہوٹل تک سڑکوں پر لہو کی بچھی ہوئی رنگین، گلدار قالینیں بھی دیکھی جو بے حسی، بے رحمی، بے قیمتی کے بھاری بھرکم بوٹوں سے روندی گئیں، منگھوپیر کے فٹ پاتھوں، گلیوں، دکانوں، سائبانوں اور دیواروں پر تازہ لہو کی چھینٹیں بھی دیکھی جو بے ترتیب، تو تھیں، نامکمل اور ادھوری نہ تھیں، ان دیواروں پر ابھری ہوئی دنیا کی مکمل ترین تصویریں تھیں جن کی قیمت ——— بھلا کون دے سکتا ہے۔

——— وزیر علی سنا ہے کم عمری ہی میں تمہارے بابا کا سایہ تمہارے سر سے اٹھ گیا تھا، ہمارے تمہارے جیسے بیٹوں کے سر سے اکثر صغر سنی ہی میں باپوں کا سایہ اٹھ جاتا ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں، کوئی دکھ کی بات نہیں، دکھ اور تکلیف کی بات تو یہ ہے کہ لاکھوں، کروڑوں باپوں کی موجودگی میں بچے یتیم ہو جاتے ہیں، ان کے دکھ سکھ، اور تکلیفوں میں کوئی نہیں روتا کوئی نہیں آنسو بہاتا، ایک دو ہوں تو ان کے آنسو پونچھ لئے جائیں، دو چار ہوں تو ان کے دکھوں کا مداوا کیا جائے یہاں تو سینکڑوں، انگنت بچوں کی زندگی دکھوں کی لمبی دلگداز داستان سے بھری پڑی ہے، ان میں آنسو بہانے اور درد سے چلانے کی کہاں تک گنجائش ہے اور یہ بھی سنا ہے کہ تمہارے پاس تعلیم نہ تھی، تو کیا ہوا، یہاں تو تعلیم ان بچوں کو ملتی ہے جن کی دیکھ بھال کے لئے گورنس اور آیا مقرر ہوتی ہیں، جنہیں اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں پہنچانے کے لئے شیڈان، موریس مائنر ہوتی ہیں، درس گاہوں کے دروازے تو ان بچوں پر کھلتے ہیں جن کے گھروں میں بجلی کے قمقمے جلتے ہیں، موسمی اور غیر موسمی پھلوں کو ٹھنڈا رکھنے کے لئے فریج ہوتے ہیں۔ جن کے گھروں میں کئی کمرے ہوتے ہیں، ڈرائنگ روم میں آرام دہ صوفہ اور کشن ہوتے ہیں، اور زمین پر غالیچے بچھے ہوتے ہیں جن پر اوندھے سیدھے لیٹ کر گھنگھریالے بالوں میں سرخ ربن باندھے اور نیلے پیلے نیکر پہنے خوبصورت بچے "ٹونکل ٹونکل لٹل اسٹار" پڑھتے ہیں، ریڈیو گرام پر "تو چھٹی نہ کے آجا بابا" سنتے ہیں اور ٹی۔ وی پر

کوائف زندگی

نام	وزیر علی
مقام پیدائش	کانپور
تعلیم	کچھ نہیں
سکونت	بی روڈ - جہانگیر روڈ کراچی
افراد خاندان	والدہ - پانچ بھائی - دو بہنیں
شہادت کے وقت عمر	۲۲ سال
ملازمت	رشید - زیب تن - بارون اور آخر میں ایچ ایم سلک ملز لمیٹڈ

بھول بھلیاں کا پروگرام رغبت اور پسندیدگی سے دیکھتے ہیں، تمہیں تعلیم نہ ملی تو کیا ہوا، اس ملک میں صرف تم ہی ایک ناخواندہ نہ تھے، اس زمین پر تو لاکھوں، کروڑوں بچے ناخواندگی میں دب کر موت سے بدتر زندگی گذارنے پر مجبور کئے جاتے ہیں، انہیں جاہل رکھ کر ملوں اور کارخانوں کے جہنم میں جھونک کر ان کے ذہن سے شعور اور جسم سے روح کھینچ لی جاتی ہے۔

سنا ہے کہ تمہاری چھوٹے بھائی اور بہن بھی ہیں، تمہاری بوڑھی، ماں جو پہلے ہی سے اپنے شوہر کی جدائی کے دکھ کاٹ رہی تھی، اب تمہاری جدائی کی آگ میں جھلس رہی ہے، تو تم انہیں جدائی کی آگ میں تڑپنے دو میری جان وزیر علی، اس آگ میں صرف تمہاری ماں اور تمہارے بھائی بہن ہی نہیں جل رہے ہیں، اس دھرتی کے لاکھوں مائیں اپنا آنچل پھیلائے اپنے اپنے سہاگ اور خالی کوکھوں کے نام پر بین کر رہی ہیں ———

——— وہ جب تک زندہ رہیں گے اسی طرح روتی چلاتی رہیں گی، تم ان کے آنسو اور آہوں پر نہ جاؤ، یہ تھک کر ایک دن خود چپ ہو جائیں گی ———

مجھے معلوم ہے کہ تمہاری ماں اب بھی گھر کا دروازہ کھولے تمہاری راہ تک رہی ہے مگر اسے راہ تکنے دو، تم تو جس راہ پر لگ چلے ہو وہ تو تمہیں بہت دور لے گئی ہے، تمہارے عقب میں تو اور بھی بے شمار وزیر علی چل رہے ہیں، تم مڑنا نہیں مڑو گے تو عقب والوں کے حوصلے ٹوٹ جائیں گے ———

——— آگے ہی آگے بڑھتے رہو تم اپنی ماں کو انتظار کرنے دو ایک دن وہ تھک کر اپنے طویل انتظار کے کیواڑوں کو بند کر لے گی گو تمہاری آمد کی آس کبھی نہ ٹوٹے گی ——— اس کی ماتا بھری آنکھیں ہمیشہ تمہارے نقش پا ڈھونڈتی رہیں گی۔ ان راستوں، ان گذرگاہوں کو ٹٹولتی رہیں گی جن پر سے تم بار بار گذرے ہو گے۔ میں ذرا ایک بات اپنی ماں سے بھی کر لوں ہاں ہاں تمہاری ماں بھی تو میری اپنی ہی ماں ہے۔

ماں ——— پیاری ماں ——— میری بات سنو، تم اب

وزیر علی کا انتظار نہ کرو وزیر علی تو کبھی واپس نہیں آئے گا لیکن ذرا آنکھیں کھول کر تو دیکھو آج ہزاروں، لاکھوں اسی جیسے توانا اور جوان جسم اسی راہ پر گامزن ہیں۔

——— ماں، یہ سب تمہارے ہی بیٹے ہیں، تم ان سب کی ماں ہو ———

ماں ——— تمہارا بیٹا عظیم تھا کہ اس نے اپنے ملک اور قوم کے لئے جان دی،

ماں ——— تم عظیم ہو کہ تم نے ایسے جیالے بیٹے کو جنم دیا تھا۔

ماں ابھی تو وزیر علی جیسے اور بیٹوں کو جنم دینا ہوگا۔ کہ وزیر علی کی دکھائی ہوئی راہ سونی نہ ہو جائے اس راہ پر رونق رہے۔ جوش و جذبہ سے بھرپور قافلہ رواں دواں رہے۔ منزل کی طرف گامزن رہے ——— اور آخر وہ دن آ ہی جائے کہ پھر کسی ماں کے کسی بیٹے کو اس راہ پر جانے کی ضرورت نہ رہے جس پر وزیر علی گیا تھا۔

ہاں وزیر بھائی میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم بچپن ہی سے اپنے خاندان کی کفالت کرنے لگے تھے، اور تم نے خوب محنت کی، خوب بوجھ اٹھائے اور جانوروں کی طرح مشقت کی ——— پہلے تم رشید ٹیکسٹائل ملز میں ملازم تھے، اس کے بعد زیب ٹن ٹیکسٹائل ملز، ہارون ٹیکسٹائل ملز، ڈائر ٹیکسٹائل ملز میں یکے بعد دیگرے کام کرتے رہے، اور تحریک یکم مارچ ۱۹۶۳ء کے وقت ایچ۔ ایم سلک ملز میں تھے۔

——— بھیا تم تو ملازم تھے، روزگار پر تھے مگر تم ان لوگوں کی خاطر شہید ہوئے جن پر کسی بھی ملز کے دروازے نہیں کھلتے، انہیں کہیں بھی روزگار نہیں ملتا اور اگر کبھی کسی ملز کا پھاٹک انہیں ہڑپ کر بھی لیتا ہے تو اس وقت اگلتا ہے جب وہ صرف ہڈی پر منڈھی ہوئی سوکھی ساکھی چمڑی رہ جاتے ہیں اور خون اگلتے ہیں۔ اور اپنے متعلقین پر زندگی میں موت کا بھیانک اور تاریک سایہ پھیلا دیتے ہیں۔ تم بھلا کیسے مرتے کہ تم تو دن کے اجالوں کی خاطر شہید ہوئے۔

میں نے سنا ہے کہ تم کانپور میں پیدا ہوئے تھے اور قیام پاکستان کے بعد اپنے گھر والوں کے ساتھ کراچی رہ رہے تھے۔ پیارے وزیر علی تمہارا تو کوئی گھر نہ تھا، تم تو ہر جگہ پیدا ہوئے اور ہر جگہ پیدا ہو گے تم کبھی ویت نام میں جنم لیتے ہو کبھی بولیویا اور پناما میں پیدا ہوتے اور کبھی گھانا میں نمودار ہوتے ہو، تم تو سچائی کی علامت ہو تم تو ہر جگہ ابھرتے، پھیلتے اور چھا جاتے ہو، تمہارا کوئی گھر نہیں، اور یوں ساری دنیا تمہارا گھر ہے، اور تم بار بار مرتے ہو اور ہر بار زندہ ہو جاتے ہو ——— لاؤ اپنا ہاتھ بڑھاؤ کہ ہم سب تمہارے ساتھ ساتھ چل پڑیں سب کے لئے مر کر ایک نئی زندگی اپنانے کے لئے ——— امر ہونے کے لئے ——— زندہ رہنے کے لئے ——— !!

سلسلہ وار

گہوارہ (حیدرآباد)

نئی نسل کا ترجمان

فکر جدید کا مبلغ

آج ہی اپنے قریبی بک اسٹال سے خریدیئے۔

مئی ۶۸ء

احمد ضیاء

ہم لوگ دمکتے ہوئے کندن سے نہیں کم
ہم لوگ چمکتے ہوئے سورج کی طرح ہیں

ہم نے غمِ دوراں کو گلے اپنے لگایا
ہم نے غمِ جاناں کا نیا نغمہ سنایا

ہم نے ہی غمِ دہر کے جذبے کو ابھارا
الجھے ہوئے حالات کی زلفوں کو سنوارا

ہم ایسے مسافر ہیں جو صحرا میں پہنچ کر
راہوں کو سجا دیتے ہیں خود اپنے لہو سے

احساس کی وادی میں نئے دیپ جلا کر
افکار کو دیتے ہیں نیا روپ نیا رنگ

ہم لوگ زمانے میں سدا زندہ رہیں گے
تاریخ کے اوراق میں پائندہ رہیں گے

خبر نامہ

ملازمین کی انتھک کوششوں کی وجہ سے پی آئی اے دنیا کی بہترین ہوائی کمپنیوں میں شمار کی جاتی ہے (اصغر خان)

ہمارے اصولی اتحاد کی پالیسی سے اگر ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کیگئی تو وہی طریقے استعمال کرینگے جو ماضی میں کر چکے ہیں

کراچی، ۱۸ اپریل (نمائندہ منشور)

پی آئی اے، اسٹاف ہاؤسنگ کالونی کے سنگ بنیاد کی تنصیب پی آئی اے کے سربراہ ایئر مارشل اصغر خانصاحب کے ہاتھوں ۱۸ اپریل ۶۸ء کو انجام پائی۔ اس پروقار تقریب میں پی آئی اے کے مزدوروں نے بھاری تعداد میں شرکت کی تھی۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا

تلاوت قرآن پاک کے بعد ایئر مارشل اصغر خانصاحب ڈائس

طفیل عباس

پر تشریف لائے، انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ جب تک کسی ادارے کے ملازمین کو ذہنی اور جسمانی سکون حاصل نہ ہو وہ اچھی طرح اپنے فرائض انجام نہیں دے سکتا۔ اور اسی لئے ہاؤسنگ کالونی کا سنگ بنیاد رکھکر اس قومی انڈسٹری کے ملازمین کے بہت اہم مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس طرح وہ ایک طرف تو اپنی ملازمت کی جگہ کے قریب رہ کر گھنٹوں کے سفر سے نجات حاصل کرسکیں گے۔ انہوں نے یقین دلایا کہ پی آئی اے ہمیشہ اپنے کارکنوں کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتی رہے گی۔ انہوں نے پی آئی اے کی ترقی کا جائزہ لیتے ہوئے مزدوروں کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے تالیوں کی گونج میں کہا کہ پی آئی اے کی ترقی اور کامیابی کی بنیاد یہی مزدور ہیں، جنہوں نے مشکل سے مشکل حالات میں بھی اپنے فرائض کو پوری تندہی اور جانفشانی کے ساتھ پورے کئے ہیں۔ جس کی وجہ سے پی آئی اے کا دنیا کی بہترین ہوائی کمپنیوں میں شمار ہوتا ہے

ایئر مارشل اصغر خاں صاحب کے بعد ایئر ویز ایمپلائز یونین پی آئی اے برانچ کے صدر طفیل عباس صاحب نے تقریر کرتے ہوئے یونین کی گزشتہ آٹھ سال کی تاریخ پر روشنی ڈالی اور کہا کہ یونین نے نہ صرف پی آئی اے میں صنعتی امن برقرار رکھا ہے، بلکہ ملازمین کے لئے بہتر حالات کار بھی حاصل کئے ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ انتہائی حیرت کی بات ہے کہ جب بھی پی آئی اے کا سربراہ یونین کی پالیسی کا بغور جائزہ لینے کے بعد اس کے اصولی موقف سے مطمئن ہوتا ہے

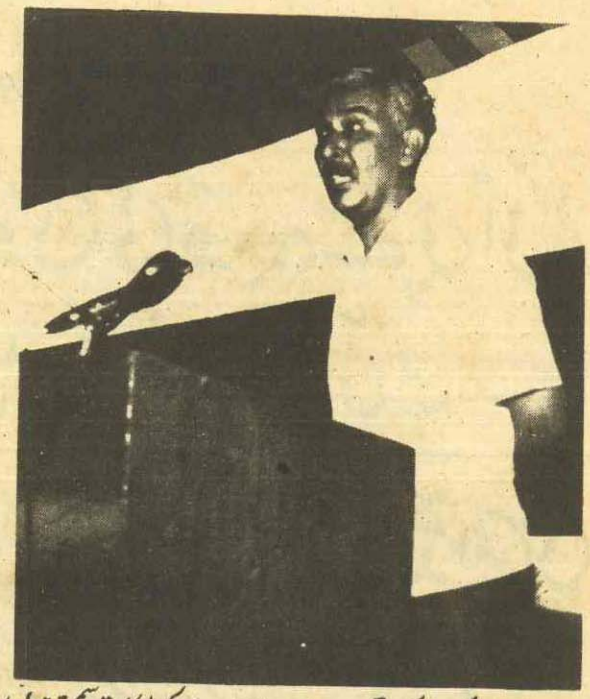

اور اس پالیسی کو ملک قوم اور اس ادارے کے لئے بہتر سمجھتے ہوئے یونین کے ساتھ تعاون کرنے کا رویہ اختیار کرتا ہے اس کو پی آئی اے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ اس سے قبل لوز خانصاحب کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ اور اب اصغر خاں صاحب بھی اسی مرحلے پر پی آئی اے سے علیحدہ ہو رہے ہیں۔

ایئر مارشل صاحب جب آئے تھے تو لوگوں نے یہ پروپیگنڈہ کیا تھا کہ اب یونین کو دبا دیا جائے گا، یہ ہو جائے گا وہ ہو جائے گا۔ مگر ہماری پالیسی صحیح تھی۔ ترقی پسند تھی۔ جب الوطنی پر مبنی تھی، اصغر خانصاحب نے اسے سمجھنے کی کوشش کی اور ہم سے تعاون کیا۔ اور ہم یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ہماری اس اصولی اتحاد کی پالیسی سے جب بھی ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے گی تو ہم اس کا اسی طرح جواب دیں گے، جس طرح ماضی میں ہم نے بڑے بڑے جنرل منیجر صاحب کو دو منٹ میں نیچے اتار لیا تھا پی آئی اے میں جہاں جہاں جو گھپلے ہو رہے ہیں ہم سے پوچھئے۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ ملازمین کو کئی کئی مہینوں کا اوور ٹائم نہیں ادا کیا گیا ہے، یونین اور انتظامیہ کی پالیسیوں کو رجعت پرست افسر ناکام بنانے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔

مئی ۶۸ء

ایسٹ پاکستان انٹرپرائزس لیبر یونین کا قیام اور ہڑتال نوٹس

کراچی ۱۔ ایسٹ پاکستان انٹرپرائزس (کراچی) لمیٹڈ واقع کورنگی جس میں تانبے چینی کے برتن تیار کئے جاتے ہیں۔ مزدوروں پر شدید مظالم روا رکھے گئے ہیں۔ مزدوروں کو ۱۱ گھنٹے جبریہ محنت کروائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں قلیل اجرتیں دی جاتی ہیں اور چھٹیاں مثلاً سالانہ، اتفاقی اور تہواری چھٹیاں نہیں دی جاتیں۔

فیکٹری کے ۲۰۰ سے زیادہ مزدوروں نے جن میں کم عمر بچوں کی ایک بڑی تعداد ہے اس دھاندلی اور لاقانونیت کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی یونین "ایسٹ پاکستان انٹرپرائزس لیبر یونین" کا قیام اتوار ۱۴ اپریل کو جلسہ عام میں عمل میں لایا۔ اور رجسٹریشن کے لئے درخواست کے ساتھ ہی ساتھ پانچ نمائندوں کے ذریعہ ہڑتال نوٹس جاری کیا۔ مزدوروں نے مسٹر ابن ایوب کو اپنا قانونی مشیر مقرر کیا ہے۔ جو مصالحتی کاروائی نیز آئندہ قانونی اقدامات میں یونین کی طرف سے پیروی کریں گے۔

مطالبات :۔

۱۔ تنخواہوں میں اضافہ :۔

مشین ڈپارٹمنٹ	۷ روپیہ یومیہ
بھٹی سیکشن	۶ روپیہ یومیہ
ڈیکوریشن ڈپارٹمنٹ	۵ روپیہ یومیہ
پیکنگ ڈپارٹمنٹ	۴ روپیہ یومیہ
قلی	۳ روپیہ پچاس پیسے یومیہ

۲۔ چھٹیاں :۔

سالانہ	۱۵ روز مع تنخواہ
اتفاقی	۱۰ " " "
بیماری	۱۰ " " "
تہواری	۱۳ " " "

۳۔ ۳۰ روز کی مجموعی تنخواہ بطور سالانہ بونس۔

۴۔ ایک باقاعدہ کینٹین بلا منافع و نقصان کی بنیاد پر فیکٹری کے اندر قائم کیجائے

۵۔ مزدوروں کے علاج کے لئے ایک باقاعدہ دواخانہ کا قیام اور ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر کا تقرر نیز بیماری کے درمیان اور بعد اخراجات کا ذمہ مینجمنٹ سے۔

وغیرہ۔ وغیرہ۔

سنگر انڈسٹریز لیبر یونین کی جدوجہد نئے ہڑتال نوٹس کا اجراء

کراچی۔ سنگر انڈسٹریز پاکستان لمیٹڈ کورنگی کے مزدوروں نے ۲۵ اپریل ۶۸ء کو ہڑتال نوٹس جاری کر کے اپنی جدوجہد کا آغاز کر دیا ہے۔ یوں تو عرصہ سے یونین کے نمائندے گفت و شنید کے ذریعے نیز مراسلات کے ذریعہ مزدوروں کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر مینجمنٹ نے کوئی مثبت رویہ نہ اختیار کیا لہٰذا ۲۵ اپریل کو جنرل سکریٹری مسٹر ابن ایوب کے ذریعے اسٹرائک نوٹس جاری کیا۔ مطالبات میں سالانہ بے آف میں جبریہ ضم کی ہوئی سالانہ چھٹیوں کی بحالی نیز بے آف کے عرصہ کے واجبات کی ادائیگی قانون کے مطابق کرنے اور غیر قانونی طور پر روکے ہوئے سالانہ ترقی مزدوروں کو فوراً دینے کے مطالبات قابل ذکر ہیں۔ اسٹرائیک نوٹس کے اجراء کے بعد سنگر انڈسٹریز کے مزدوروں میں زبردست جوش و خروش پایا جاتا ہے۔

جی کے این کورنگی ورکس ایمپلائز یونین

کا جلسے اور عہدیداروں میں تبدیلی

کراچی - جی کے این کورنگی ورکس ایمپلائز یونین کے جلسہ عام میں جو اتوار کو ۱۶ اپریل کو منعقد ہوا - مزدوروں کے مسائل اور آئندہ اقدامات کے سلسلہ میں فیصلے کئے گئے نیز کراچی مزدور مرکزی کمیٹی کے رکن جناب رفعت حسین کو یونین کا جنرل سکریٹری منتخب کیا گیا - جلسہ عام میں کراچی مزدور مرکزی کمیٹی کے مجوزہ ۵ مئی کے کونشن اجلاس میں یونین کی نمائندگی کے لئے مندوبین کا انتخاب بھی عمل میں آیا -

ایبٹ لیبورٹیریز ایمپلائز یونین کا اسٹرائیک نوٹس

انتظامیہ کی دھاندلیاں اور مزدوروں کا احتجاج

کراچی ۱ - ایبٹ لیبورٹیریز (پاکستان) لمیٹڈ لانڈھی کی انتظامیہ کی لاقانونیت اور زیادتیوں کے پیش نظر مزدوروں کی یونین نے، مطالبات پر مشتمل اسٹرائیک نوٹس جاری کر دیا - جن میں قابل ذکر مطالبات دو ماہ کا بونس - گرم کپڑے (سردی کے دوران) بے آف کی مدت کے پیسے ضم شدہ سالانہ چھٹیوں کی بحالی وغیرہ ہیں -

ایبٹ لیبارٹیریز ایمپلائز یونین کے جنرل سکریٹری مسٹر ایم علی قادری نے بتایا کہ اسٹرائیک نوٹس جاری ہونے کے بعد لیبور ڈپٹی کی انتظامیہ نے غیر مناسب مزدور دشمن کاروائیاں شروع کر دی ہیں - جن میں مصالحتی کاروائی میں یونین کے نمائندوں کے ساتھ بیٹھنے سے انکار - کینٹین میں امتیازی سلوک اور یونین کے نمائندوں کو بے بنیاد گھپلوں میں ملوث کرنے کی کوشش شامل ہے - انتظامیہ کے امتیازی سلوک کی وجہ سے مزدوروں نے کینٹین کا بائیکاٹ کر دیا - مگر بعد میں متبادل شکل موجود نہ ہونے کے سبب یونین کے کہنے پر مزدوروں نے بائیکاٹ ختم کر دیا انتظامیہ کو اس سلسلے میں سخت وارننگ دی گئی کہ آئندہ اس قسم کی کاروائیاں برداشت نہیں کی جائینگی -

مندرجہ بالا دھاندلیوں اور انتظامی کارروائیوں کے یونین نے ایجی ٹیشن شروع کر دیا ہے - اور مزدور بے حد سرگرم اور پرجوش نظر آتے ہیں - ایبٹ لیبورٹیریز کے مزدوروں کی جد وجہد کراچی مزدور مرکزی کمیٹی کے کارکن ان کی ہر ممکن مدد کر رہے ہیں -

ملتان تانگہ ڈرائیور لیبر یونین کا سالانہ جلسہ عام

ملتان - گزشتہ دنوں ملتان تانگہ ڈرائیور لیبر یونین رجسٹرڈ ملتان کا سالانہ جلسہ عام منعقد ہوا - جس میں پانچ سو تانگہ ڈرائیوروں نے شرکت کی سید رحمت حسین گیلانی جنرل سکریٹری نے حالات حاضرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ بارہا حکام بلدیہ ملتان سے اپیل کی گئی کہ وہ ملتان شہر میں تانگہ اسٹینڈ - پانی کے حوض - سڑکوں پر روشنی کے انتظامات کے علاوہ سڑکوں کی مرمت کا مکمل طور پر انتظام کرے اس کے علاوہ ٹیکس انسپکٹر کے خلاف تانگہ ڈرائیوروں کی طرف سے شکایات پر بھی کوئی توجہ نہیں دیتے انھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اس سلسلہ میں توجہ دے تاکہ امن برقرار رہے - اس کے بعد انھوں نے سالانہ رپورٹ پیش کی بعد ازاں سال رواں کے لئے انتخابات عمل میں آئے جس میں مندرجہ ذیل عہدیدار منتخب ہوئے -

صدر - میر واجد علی شاہ - نائبین صدر - شیخ عبدالغنی - احمد نواز خان، حاجی خدا بخش - جنرل سکریٹری سید رحمت حسین گیلانی - جوائنٹ سکریٹری شیخ عبدالستار - خزانچی میاں عبدالستار -

With the Compliments from

NAWAB BROTHERS

Manufacturers of Agricultural Tool and Implements

and Steel Slotted Angles etc.

D/41, S. I. T. E.,

KARACHI-16 (Telephone No. 79013)

انجمن مفاد نسواں مخلص خواتین سماجی کارکنوں کا ادارہ ہے

(اصغر خاں)

ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے والے سامراج کے ایجنٹ اور ملک و قوم کے دشمن ہیں۔ ہم سی آئی اے کی ایجنٹ جماعت اسلامی کا سر کچلنے کی پوری پوری طاقت رکھتے ہیں

(بیگم باجی)

کراچی، ۲۷ اپریل، آج شام کو پانچ بجے انجمن مفاد نسواں کالج کی عمارت کا سنگ بنیاد (اے - ۳ ڈرگ کالونی) میں صدر پی آئی اے ایئر مارشل ایم اصغر خان صاحب نے نصب فرمایا۔ رسم تنصیب کی اس رنگا رنگ تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد انجمن مفاد نسواں کی بانی و صدر محترمہ ضیا اختر (بیگم باجی) نے معزز مہمان خصوصی کو خوش آمدید کہتے ہوئے حاضرین کے سامنے اس انجمن کی گزشتہ گیارہ سال کی کارکردگی کی تفصیلات پیش کرتے ہوئے بتایا کہ ڈرگ کالونی جیسی غریب پسماندہ بستی میں جہاں بے روزگاری۔ بیماری۔ جہالت۔ گندگی۔ اور دیگر مسائل کی شدت اپنی انتہا پر ہے۔ وہاں عورتوں کے حالات تو اور بھی زیادہ خراب ہیں۔ ہمارے معاشرے میں عورتیں عدم مساوات کا شکار بنی ہوئی ہیں پھر نواحی بستیوں میں جہاں جہالت عام ہے اور سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے ایجنٹوں کو کھل کھیلنے کے پورے مواقع ہیں، وہاں تو عورتوں کو بالکل چھوت کی بیماری کی طرح سماجی زندگی سے الگ کر کے رکھ دیا گیا ہے۔

انجمن مفاد نسواں انھیں خواتین میں ملکی و قومی طبقاتی اور سماجی شعور بیدار کرنے۔ ان کی جہالت مٹانے اور ان کے روزمرہ کے مسائل حل کرنیکے لئے قائم کی گئی تھی۔ شروع شروع میں چند سرپھری اور سرفروش کارکنوں نے اس ادارے کی داغ بیل ڈالی اور معاشرے کے تمام گھناؤنے عناصر کی دشنام طرازیوں اور غنڈہ گردیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اس ادارے کی بنیادیں مضبوط سے مضبوط تر کرتی گئیں۔

اپنی بستی کے روشن خیال لوگوں سے دو دو چار چار آنے چندہ وصول کر کے آج گیارہ سال کے عرصے میں یہ ادارہ اس منزل پر ہے کہ اس کا مجموعی اثاثہ لاکھوں روپے تک پہنچ گیا ہے اور سینکڑوں ضرورتمند خواتین اس ادارے کے ذریعہ اپنے واسطے باعزت روزی حاصل کر رہی ہیں۔

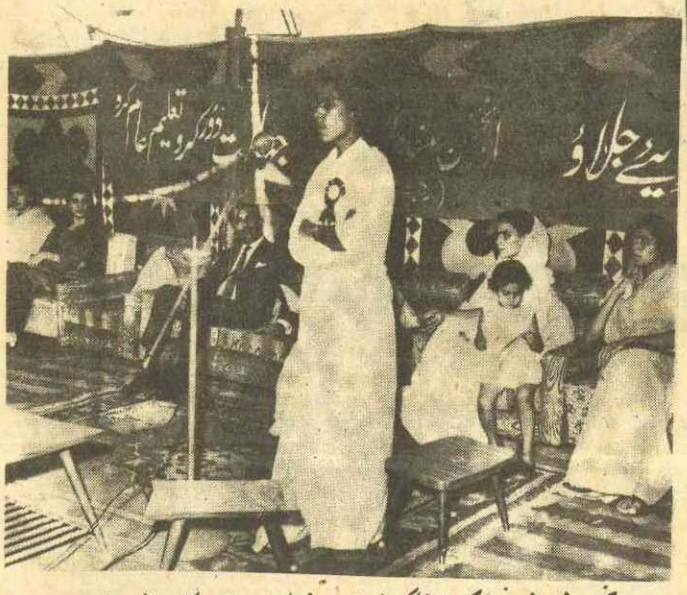

انجمن مفاد نسواں کے زیر نگرانی مندرجہ ذیل ادارے کامیابی سے چلائے جا رہے ہیں۔

۱۔ دار النسواں - انجمن مفاد نسواں انڈسٹریل ہوم ڈرگ کالونی
یہ انڈسٹریل ہوم انجمن کی عمارت میں ہے۔

۲۔ انجمن مفاد نسواں لوئر سیکنڈری اسکول ڈرگ کالونی۔ یہ اسکول بھی

انجمن کی اپنی عمارت میں ہے۔
۳۔ ایئرپورٹ انڈسٹریل ہوم
۴۔ مفاد نسواں انڈسٹریل ہوم لانڈھی
۵۔ اور اب انجمن مفاد نسواں کالج کا قیام عمل میں لایا جارہا ہے

بیگم باجی نے بتایا کہ ان مستقل اداروں کے علاوہ انجمن کی کارکنان وقتاً فوقتاً تعلیم بالغان اور کوچنگ کلاسز بھی چلاتی رہتی ہیں۔ دبائی امراض کے ٹیکے لگانے اور قومی و بین الاقوامی سطح پر چلنے والی دوسری

تحریکوں میں بھی حصہ لیتی رہتی ہیں۔ جن میں کتب خانہ، دارالمطالعہ قومی تقریبات، تہذیبی و ثقافتی پروگرام مذہبی اور ادبی اجتماعات شامل ہیں۔

انجمن کی سرگرمیوں کا تفصیلی طور پر ذکر کرتے ہوئے بیگم باجی نے بتایا کہ کس طرح مذہب کے بھیس میں سامراجی دلال جماعت اسلامی خواتین کے اس ادارے کی راہ میں رکاوٹیں ڈالتی رہی ہے اور طرح طرح کی غنڈہ گردی کرتی رہی ہے۔ لیکن ادارہ کی مخلص اور باعزم کارکنان نے ہمیشہ بہادری کے ساتھ ان گندم نما جو فروشوں کی قوم دشمن اور سامراج نواز حرکتوں کا مقابلہ کرکے ان کے مکروہ چہروں کو عوام کے سامنے بے نقاب کیا ہے

بیگم باجی نے بتایا کہ گذشتہ دنوں یوم دفاع پاکستان کی تقریب کے موقع پر جماعت کے غنڈے دارالنسواں کی چہار دیواری کے اندر گھس آئے تھے۔ مگر انجمن کی کارکنوں نے انھیں ان کے اصلی روپ میں عوام کے سامنے پیش کردیا

(اس موقعہ پر یہ واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جس کالج کا سنگ بنیاد ایئر مارشل اصغر خاں صاحب نے ۲۰ اپریل ۱۹۶۸ء کی شام کو ساڑھے پانچ بجے نصب کیا تھا۔ سامراجی ایجنٹ جماعت اسلامی کے کارکن اسی روز رات کو وہ سنگ بنیاد وہاں سے اکھاڑ کر لے گئے (ایڈیٹر)

بیگم باجی کے بعد صدر پی آئی اے جناب اصغر خاں صاحب نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے انجمن مفاد نسواں کی سرگرمیوں اور خدمات کو سراہا اور انجمن کے کام میں رکاوٹ ڈالنے والوں کی سخت مذمت کی انہوں نے کہا کہ ایسے مخلص سماجی ادارے کے کام میں روڑے اٹکانے والے قوم اور ملک کے دشمن ہیں۔

آخر میں ایئر ویز ایمپلائز یونین پی آئی اے کے سینئر نائب صدر جناب محمد عالم یونین کی جانب سے کالج کی تعمیر کیلئے پانچ ہزار روپے عطیہ کا اعلان کیا۔

تاج الدین سلک ملز ورکرز یونین کا قیام

صنعتی عدالت کراچی میں مقدمات دائر کردیئے گئے

کراچی ۲۰ اپریل نمائندہ منشور: تاج الدین سلک ملز کے مزدوروں کے مطالبات پر مشتمل صنعتی تنازعہ زیر دفعہ ۵ د ۵ اور چار نکالے ہوئے نمائندوں کی تالہ بندی ختم کروانے کے لئے صنعتی تنازعات کے آرڈیننس کی دفعہ ۲۶ کے تحت مقدمات صنعتی عدالت کراچی میں دائر کردیئے گئے ہیں۔ جنکی سماعت کی تاریخ ۲۷ مئی مقرر ہوئی ہے اس کے علاوہ مالکان کی مزدور دشمن اور انتقامی کاروائیوں کے سلسلے میں ڈپٹی کمشنر کراچی اور دیگر متعلقہ حکام کے پاس یونین کے نمائندوں کی طرف سے مراسلے بھیجے گئے اور یونین کے رجسٹریشن کے لئے یونین کے جنرل سکریٹری اور دوسرے عہدیداروں نے جناب رجسٹرار صاحب ٹریڈ یونینز کراچی سے ملاقاتیں کیں۔

واضح ہو کہ تاج الدین سلک ملز کراچی میں یونین بننے سے پہلے۔ یہاں کے پانچ سو مزدوروں کو کسی قسم کی کوئی سہولت حاصل نہیں تھی۔ اس کے علاوہ جرمانوں اور اجرت میں من مانے انداز میں کمی کرکے اور دیگر غیر قانونی سرگرمیوں کے نتیجے میں یہاں کے مزدور ہزاروں روپے کا نقصان اٹھاتے رہے ——— ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے مزدوروں نے مورخہ ۴ فروری کو کراچی مرکزی مزدور کمیٹی کے آفس منگھو پیر روڈ میں اپنی یونین تاج الدین سلک ملز ورکرس یونین کی تشکیل کی اور دس مطالبات پر مشتمل اسٹرائیک نوٹس دینے کا فیصلہ کیا۔ نوٹس میں بونس چھٹیاں۔ حاضری الاؤنس۔ مہنگائی اور اجرتوں میں اضافے کے مطالبات بھی شامل ہیں۔ لیکن مالکان کے پھیلائے ہوئے دام فریب میں مبتلا ہو کر نمائندوں نے اپنا نوٹس واپس لے لیا۔

جس کے فوری بعد مالکان نے زبانی کئے ہوئے وعدوں سے لاتعلقی کا اعلان کردیا۔ اپنی سادگی اور ایمانداری اور سرمایہ دارانہ مکر کی چالوں کا عملی تجربہ حاصل کرنے کے بعد مزدوروں نے ہمت نہیں ہاری بلکہ مورخہ ۲۶ فروری کو پھر سے پانچ منتخبہ نمائندوں کے ذریعے اسٹرائیک نوٹس دے دیا گیا۔ لیکن اس موقعہ پر بھی ایک دستخطی نمائندہ بنام محمد رفیق پراسرار طور پر کراچی سے غائب ہوگیا۔ ممکنہ قانونی انتقام سے بچنے کے لئے اس نوٹس کو واپس لیتے ہوئے مزدوروں نے مورخہ ۴ مارچ کو پانچ مندرجہ ذیل منتخبہ نمائندوں نامہ کمال۔ عبدالرشید۔ نظر علی۔ سلطان احمد اور ملک شمشیر علی کی دستخطوں سے تیسری بار گذشتہ نوٹسوں کے مطالبات پر مشتمل اسٹرائیک نوٹس مالکان اور دیگر متعلقہ جگہوں کو جاری کیا گیا جس پہ متعلقہ مصالحتی افسر نے متعدد مصالحتی میٹنگوں کے بعد ناکامی کا سرٹیفکیٹ جاری کردیا۔ اس دوران مالکان نے یونین کو توڑنے اور ہڑتالی نوٹس واپس لئے جانے کے لئے دباؤ ڈالنے کے لئے۔ چار نمائندوں کو جن میں دو دستخطی نمائندے نامہ کمال اور نظر علی اور یونین کے جوائنٹ سکریٹری محمد نعیم اور خزانچی ثنا اللہ کے نام شامل ہیں۔ غیر قانونی تالہ بندی کا شکار بنا دیا گیا۔ ساٹھ مزدوروں کو جھوٹے الزامات پر مشتمل چارج شیٹیں دی گئیں۔ یونین کے ایک سرگرم کارکن علی جان ویلور کو جھوٹی چارج شیٹ دی گئی اور بعد سزا کے طور پر انہیں آئل مین بنا دیا گیا جس سے ان کی اجرتوں میں تقریباً سات روپے روز کی کمی آگئی ہے۔

پرنٹنگ کھاتے کے مزدوروں کو یونین میں حصہ لینے پر غنڈہ گردی کا نشانہ بنایا گیا اور کام محدود کرکے ان کی اجرتوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی گئی۔ ملز میں غنڈہ گردی کرنے کے لئے بیرونی عناصر کو بطور خاص بھرتی کیا گیا

یونین اور نمائندوں کی طرف سے اس ضمن میں مناسب قانونی کاروائیاں عمل میں لائی جارہی ہیں ـــــ جناب رجسٹرار صاحب ٹریڈ یونینز نے مورخہ ۲۳ر اپریل کو یونین کا رجسٹریشن کرتے ہوئے سرٹیفکیٹ جاری کر دیا ہے۔

معاہدہ مورخہ ۲۶ر فروری کی خلاف ورزیاں ختم کی جائیں

کریم سلک ملز ورکرز یونین کا مطالبہ

کراچی (نمائندہ منشور) ۴ر اپریل کریم سلک ملز ورکرز یونین کے جوائنٹ سکریٹری نے ایک مراسلے کے ذریعے منتظمین کی توجہ مندرجہ ذیل مسائل کی طرف توجہ دلائی ہے۔

۱۔ منتظمین سالانہ چھٹیوں کے پیسے سال کے دوران حاضریوں کی اجرت کا اوسط نکال کر ادا کرنے کے بجائے ۳۶۵ دنوں کا اوسط نکال کر ادا کر رہے ہیں یہ حرکت ۲۶ر فروری کو یونین اور انتظامیہ کے درمیان طے ہونے والے معاہدے کی دفعہ ۴ کی خلاف ورزی ہے اور بالکان اس دفعہ کو من مانے معنی پہنا کر مزدوروں کو ملنے والی سہولتوں سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔

۲۔ معاہدے کی دفعہ ۵ کے تحت پے سلیپ اور دوسری سہولتیں پہنچانے کے معاہدے کو ابھی تک عملی جامہ نہیں پہنایا گیا ہے جس کی وجہ سے مزدوروں کو مالی نقصانات پہنچ رہے ہیں۔

مراسلے کے آخر میں بتلایا گیا ہے کہ معاہدے کی مذکورہ خلاف ورزیوں کے مزید عرصہ جاری رہنے کی صورت میں یونین مناسب قانونی اقدامات عمل میں لائے جائیں گے۔ دریں اثنار مراسلے کی نقل لیبر ڈپارٹمنٹ میں ارسال کرنے کے بعد متعلقہ افسران نے اس مسئلے پر فریقین کے درمیان میٹنگ طلب کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

گیس اینڈ الیکٹرک ریلیانسز ورکرز یونین کا اسٹرائیک نوٹس

کراچی (نمائندہ منشور) گیس اینڈ الیکٹرک ریلیانسز ورکرز یونین کے جنرل سکریٹری نے منتظمین کو چھ مطالبات پر مشتمل اسٹرائیک نوٹس جاری کر دیا ہے

اسٹرائیک نوٹس میں بونس۔ حاضری الاؤنس۔ مکان کا کرایہ۔ پراویڈنٹ فنڈ اسکیم کے نفاذ کے مطالبات اٹھائے گئے ہیں۔ متعلقہ مصالحتی افسر کے پاس فریقین کے درمیان مشترکہ مصالحتی میٹنگوں کا سلسلہ جاری ہے۔

پلاسٹیکو انڈسٹریز ایمپلائز یونین کی تشکیل

کراچی ۲۰ر اپریل (نمائندہ منشور) کراچی مزدور مرکزی کمیٹی کے آفس واقع منگھوپیر روڈ میں مورخہ ۵ر اپریل میں منعقدہ جلسۂ عام میں پلاسٹیکو انڈسٹریز ایمپلائز یونین کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ تاکہ مزدوروں کی جدوجہد کے لئے ایک پلیٹ فارم کی موجودگی میں ان کے حقوق کا بہتر طور پر تحفظ کیا جا سکے۔ چونکہ یونین کے رجسٹریشن تک مزدوروں کے حقوق کے لئے کوئی موثر قانونی جدوجہد نہیں کی جا سکتی اس لئے مسلم خان۔ محمد یعقوب۔ محمد نذیر۔ احفاظ الدین اور فرید اللہ پر مشتمل پانچ رکنی کمیٹی تشکیل کر کے ..... فوری مطالبات پر مشتمل اسٹرائیک نوٹس دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ مطالبات میں۔ بونس۔ چھٹیاں۔ کرایہ آمدورفت۔ سالانہ ترقی اور اجرتوں میں اضافے کے مطالبات بھی شامل ہیں۔

نوٹس پہنچنے کے بعد منتظمین نے پورے ورکشاپ کو بند کر کے۔ ستائیس مزدوروں کو کام نہ ہونے کا عذر کرتے ہوئے کام سے علیحدہ کر دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مزدور اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں اور متعلقہ مصالحتی افسر نے ۲۶ر اپریل کو صبح کے دس بجے کاروائی رجسٹرلیکہ ملاقات کرنے کے لئے کہا ہے۔

ریلوے ہسپتال میں دو معصوم بچیوں کی دردناک موت

ڈبلیو۔پی۔آر ورکرز یونین کی طرف سے تحقیقات کا مطالبہ

اعلیٰ سطحی انکواری کمیٹی کا تقرر

ریلوے مزدوروں کا ہسپتال کے کمپاؤنڈ میں زبردست مظاہرہ

کراچی یکم اپریل۔ ۱۱ر مارچ کو ریلوے کے دو کارکنوں جان محمد اور صادق جو کہ ڈیزل شیڈ کراچی کینٹ اور ڈیزل ٹریننگ اسکول میں کام کرتے ہیں اپنی بچیوں کو بخار کی حالت میں ریلوے ہسپتال میں لیکر گئے جہاں پر دونوں بچیوں کو انجکشن لگائے گئے جس کے بعد دونوں بچیوں نے یکے بعد دیگرے انجکشن لگنے کے چند لمحوں بعد دم توڑ دیا اس حادثہ کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ بچیوں کو جس وقت ہسپتال لایا گیا اس وقت کوئی ڈاکٹر ریلوے ہسپتال میں موجود نہیں تھا۔ بچیوں کی موت کے بعد ان کے ورثاء کی طرف سے یونین کو ایک تحریری اطلاع دی گئی کہ دونوں بچیوں کی موت ہسپتال کے عملہ کی غفلت کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اس واقع پر یونین کے ڈویژنل سیکریٹری مسٹر محمد سلیمان نے ایک بیان کے ذریعہ ریلوے ہسپتال پر سنگین الزامات لگاتے ہوئے مطالبہ کیا کہ ریلوے ہسپتال کے خلاف تمام صورت کی چھان بین کی جائے۔ جس کے بعد ریلوے کے ذمہ دار افسران نے اس کیس کی تحقیقات کے لئے انکواری افسران کا تقرر کیا جس میں چیف میڈیکل اینڈ ہیلتھ آفیسر اور چیف پرسنل آفیسر شامل ہیں۔ جنہوں نے یکم اپریل سے ریلوے ہسپتال میں تحقیقات شروع کی۔ ۲ر اپریل کو مختلف برانچوں کے سیکڑوں کارکنوں نے ریلوے ہسپتال کے کمپاؤنڈ میں ہسپتال کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا اور انکواری افسران سے مطالبہ کیا کہ ریلوے ہسپتال کے انتظام کو بہتر بنایا جائے اور موجودہ نااہل اسٹاف کو فوراً تبدیل کیا جائے۔

گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس حیدرآباد کی ایکشن کمیٹی نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں

حیدرآباد (نمائندہ منشور) ۲۸ر اپریل گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس حیدرآباد کے دفتر میں مختلف یونینوں کے عہدیداروں کا ایک نمائندہ اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں حکام بالا کی دھاندلیوں اور بدعنوانیوں پر اظہار افسوس کیا گیا کہ کارپوریشن اور ڈسٹرکٹ منیجر حیدرآباد کی غلط پالیسی سے اس قومی ادارے کو سخت نقصان پہونچ رہا ہے کیونکہ تمام اچھے اور بہتر آمدنی والے روٹس پرائیوٹ بس مالکان کو دیدیئے گئے ہیں اور جی ٹی۔ایس کی بسیں ان روٹس پر لگائی جارہی ہیں جہاں آمدنی کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اور عوام کی آواز دبانے اور اپنی دھاندلیاں جاری رکھنے کے لئے کچھ پرمٹ قومی و صوبائی اسمبلی کے ممبران کو بھی دیدیئے گئے ہیں تاکہ حکام کے خلاف اسمبلی میں کوئی سوال نہ اٹھ سکے۔ یہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ہو رہا ہے جس کا مقصد اس قومی ادارے اور روٹس پر قبضہ کرنا ہے۔

حکام کی ان دھاندلیوں کو بے نقاب کرنے اور اپنی آواز حکومت تک پہونچانے کے لئے اس ادارے کے ملازمین نے ایک ایکشن کمیٹی تشکیل کی ہے۔ تاکہ اس ادارے کا تحفظ ہو سکے اور ملازمین کے جائز مطالبات پورے ہو سکیں۔

فتح ٹیکسٹائل مل کے مزدور پینے کے پانی سے محروم ہیں

حیدر آباد ۲۲ اپریل فتح ٹیکسٹائل مل جو کہ حیدر آباد کے تمام ٹیکسٹائل ملوں میں بڑا اور بہتر مانا جاتا ہے یہاں کا مزدور پینے کے پانی سے محروم ہے۔ اس مل میں پانی کلاتھ پھیلی نہر سے گئی ہے۔ جس میں ہر وقت جانور نہاتے ہیں اور علاقے کا تمام گندا پانی بھی اس ہی نہر میں آکر گرتا ہے۔ یہ ہی گندا پانی فتح ٹیکسٹائل مل کے مزدوروں کو پینے کے لئے مہیا کیا جاتا ہے۔ اور اس ہی گندے پانی کو کینٹین میں کھانے اور چائے وغیرہ کے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے مزدور پانی اور کینٹین کی سہولت سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ اگر کوئی مزدور اس کے خلاف آواز اٹھاتا ہے تو اس کو گیٹ باہر کر دیا جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ حیدر آباد کے ہیلتھ آفیسر صاحب و دیگر ذمہ دار افسران اس حقیقت سے آگاہ ہیں۔ مگر اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ اور ان غریب مزدوروں کو جانوروں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا گیا ہے محکمہ صحت و محنت سے پر زور اپیل ہے کہ وہ اس کی تحقیقات کرائیں اور مزدوروں کے لئے پانی کی سہولت فراہم کرادیں تاکہ یہاں کا مزدور اپنی صحت برقرار رکھ سکے۔

العطش — العطش

نئی کراچی کے عوام کو کئی دنوں تک پانی سے محروم رکھا گیا

انجمن محبان وطن حلقہ نئی کراچی کے کارکنوں نے متعلقہ حکام کو یادداشت پیش کی

نئی کراچی کے عوام کو پچھلے دنوں اچانک پانی سے محروم کر دیا گیا۔ ۵ دن تک بچے بوڑھے عورتیں پانی کی تلاش میں میلوں ماری ماری گھومتی رہیں عوام نے پانی کے انتظار میں راتیں جاگ کر گذاریں اور ایسا بھی ہوا کہ بعض گھروں میں چولھا بھی نہ جل سکا۔ ان ہنگامی حالات کی ذمہ داری یقینی طور پر کے ڈی اے کے مقامی حکام پر عائد ہوتی ہے کیونکہ اگر پمپنگ سسٹم خراب ہو گیا تھا تو بھی ٹنکیوں کے ذریعہ پانی فراہم کیا جا سکتا تھا۔

انجمن محبان وطن حلقہ نئی کراچی کے کارکن عوام تک پانی پہنچانے کے لئے پل روڈ دھوپ کرتے رہے اور ایک روز کی شکل میں انھوں نے کے ڈی اے کے متعلقہ حکام سے ملاقات کر کے ایک یادداشت بھی پیش کی جس میں عوام کی پریشانیاں اور ان مسائل کو حل کرنے کے لئے تجاویز پیش کی گئی تھیں۔ ہم نے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ متعلقہ حکام اور عوامی نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی جائے جو وقتاً فوقتاً پانی کی سپلائی کے مسئلہ کا جائزہ لیتی رہے۔ ان مذاکرات کے دوران ڈی ایس پی صاحب بھی آگئے تھے اور انھوں نے بھی اس گفت و شنید میں کافی دلچسپی لی۔

اس بات چیت کے نتیجے میں یہ طے ہوا کہ:

- کے۔ ڈی۔ اے اس مسئلے کو ہنگامی سطح پر حل کرے۔
- نئی کراچی کے لئے کے ڈی اے کے افسران کراچی انتظامیہ سے مزید چار ٹینکر حاصل کریں اور ہنگامی حالات میں ٹینکیوں کے ذریعہ پانی سپلائی کریں۔
- ۵-الف اور ۵-ڈی ایریا کو پانی دن میں فراہم کیا جائیگا دوسرے علاقوں میں بھی مناسب وقت پر پانی سپلائی کرنے کا وقت مقرر کر دیا جائیگا۔
- اونچی سطح والے سیکٹروں میں قابل اطمینان حد تک پانی فراہم کرنے کے لئے ڈبل پمپنگ سے کام لیا جائے گا۔

مختصرات

پاکستان ٹیکسٹائل ملز ایمپلائیز فیڈریشن مغربی پاکستان نے اپنے ایک اجلاس میں قرارداد پاس کی جس میں کہا گیا کہ یہ اجلاس حکومت اور ٹیکسٹائل انڈسٹری کے دیجز بورڈ کی ٹال مٹول کی پالیسی کو سخت تشویش کی نظر سے دیکھتا ہے اور پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ موجودہ بڑھتی ہوئی گرانی کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹیکسٹائل ملز کے مزدوروں کے لئے کم از کم تنخواہ مبلغ ۱۵۰/ روپے کا آرڈیننس نافذ کیا جائے تاکہ ملک میں صنعتی امن برقرار رہے اور مزدور سکون کی زندگی بسر کر سکیں۔

سندھی اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی جانب سے عبداللہ ہارون کالج ہال میں ایک سندھی مشاعرہ منعقد ہوا جس میں ترقی پسند شعراء نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا مشاعرہ کی صدارت شیخ عبداللہ عبد نے زبانی فیڈریشن کے صدر مشتاق علی حیدری نے اپنی تقریر میں کہا کہ انکی تنظیم سامراجی قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرے گی اور قومی ادب و ثقافت کو فروغ دے گی۔ آخر میں صاحب صدر نے نوجوان ترقی پسند شعراء کے کلام پر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ نوجوان شعراء ماحول سے متاثر ہو کر شاعری کرتے ہیں اور آپ کا یہ اقدام ان کے روشن مستقبل کا ضامن ہے انھوں نے کہا کہ ہمیں صرف سندھ کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کے مفاد کے لئے کام کرنا چاہیئے اور تمام دنیا کو شاہ عبداللطیف بھٹائی کا امن۔ آزادی۔ انصاف اور انسانیت سے لبریز پیغام دینا چاہیئے۔ اور دنیا میں امن۔ آزادی اور مساوات کے قیام کی جدوجہد میں حصہ لینا چاہیئے۔

ضروری گذارش

تمام مزدور یونینوں کی خبریں وسط ماہ تک دفتر میں پہنچ جانی چاہئیں۔

خبریں کاغذ کے ایک طرف اور خوشخط لکھی ہوئی ہوں۔

بزمِ منشور

فارم رکنیت

نام ---------- ولدیت ----------

پیشہ ---------- تعلیم ----------

عمر ---------- مشاغل ----------

گھر کا پتہ ----------

دفتری یا کاروباری پتہ ----------

جس جگہ ملازم ہیں کیا وہاں کوئی یونین ہے؟ ----------

اگر یونین ہے تو یونین کا نام ----------

اگر یونین ہے تو کیا آپ یونین کے رکن ہیں؟ ----------

کیا آپ یونین کے کسی عہدے پر فائز ہیں اور اگر ہیں تو کس عہدے پر فائز ہیں؟

جناب مدیر "منشور"!

میں ادارۂ "منشور" کی تجویز کے مطابق ماہ اپریل ۱۹۶۷ء کے اداریہ کے مندرجات اور "منشور" کی پالیسی سے کلی اتفاق رکھتے ہوئے "بزمِ منشور" کی رکنیت کا خواستگار ہوں، اور آپ کو یقین دلاتا ہوں / دلاتی ہوں کہ منشور کی ترقی و بقا نیز "منشور" کے مقاصد کی ترویج و فروغ کیلئے پوری پوری کوشش کروں گا / گی!

مورخہ ---------- دستخط ----------

پیک فرین
۱۸۵۷ سے مشہور انگلش بسکٹ

ماری
نائس
گلیکسو
شارٹ کیک
ڈائجیسٹو
کسٹرڈ کریم
جنجرنٹ

جلد پیش کئے جائیں گے

½ پونڈ پیکس کے علاوہ اب
فیملی سائز ٹنز میں بھی دستیاب ہے

بربن - سالٹش - اورنج کریم

پاکستان بھر میں ہر جگہ دستیاب ہیں
بسکٹ لیجئے بہترین — تازہ خستہ پیک فرین

ASIATIC

Regd. No. S-2575

MAY 1968

THE MONTHLY MANSHOOR KARACHI

پی آئی اے

کی پروازیں

بنکاک

استنبول

فرینکفرٹ

تہران

بغداد

روم

جاتی ہیں

ان کے علاوہ پی آئی اے کی پروازیں :- لندن - جنیوا - قاہرہ - بیروت - ماسکو - تہران - کویت - جدّہ - دھران - دوحا - دوبئی - بحرین - کابل - کراچی - ڈھاکہ - کھٹمنڈو - رنگون - کینٹن - شنگھائی - کو بھی جاتی ہے۔

مزید تفصیلات کیلئے اپنے ٹریول ایجنٹ یا کسی پی آئی اے آفس سے رجوع فرمائیں۔

PIA پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز

۱۲۲-۳۵

Mashhoor Press, Karachi—